محدثِ دکن ابو الحسنات

حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد۔

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو
بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں (کنز الایمان)

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چندان اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

محدثِ دکن ابوالحسنات
حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین امام المتکلمین محدث کبیر مفتی اعظم شہزادۂ حضور غوث الثقلین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : شہادت نامہ

تصنیف : محدث دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادری

تصحیح ونظر ثانی : محمد یحییٰ انصاری اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

اشاعت اوّل : فبروری ۲۰۰۵

تعداد : ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

قیمت: 80/- روپیے

کتاب ملنے کے پتے :

☆ مکتبہ انوار المصطفیٰ، مغلپورہ، حیدرآباد۔

☆ مکتبہ اہلسنت وجماعت، مسجد چوک، حیدرآباد۔

☆ کاظم سیریز، تالاب کٹہ، حیدرآباد۔

☆ سیدی اینڈ سنس، پتھرگٹی، حیدرآباد۔

☆ لیاقت علی بنارسی، منڈی میر عالم، حیدرآباد۔

☆ مکتبہ عظیمیہ، نیو بس اسٹانڈ، چارمینار، حیدرآباد۔

☆ مکتبہ نقشبندیہ، مصری گنج، حیدرآباد۔ ☆ کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد۔

فہرست مضامین

حمد و نعت

او غافل انسان! آج تو کس خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے' آئندہ آنیوالی زندگی کا تجھے کچھ بھی خیال ہے؟ شتر بے مہار بنا ہوا ہے کسی کی سنتا ہی نہیں' سزا کا اندیشہ تیرے دل میں نہیں' آسمانی عذاب کا تجھے انکار ہے۔

او احسان فراموش انسان! تو انسان نہیں حیوان سے بھی بدتر ہے' ایک بکری اپنے چارہ دینے والے کے پیچھے پیچھے رہے' تو عقل والا ہو کر اس خدا سے جس سے ہر وقت تجھے حاجت پڑتی رہتی ہے دُور دُور رہے' ہر بات میں اُس سے بگاڑ کرنے پر تلا ہوا ہے ہماری ہی دی ہوئی نعمتوں پر ایسا مغرور ہوا ہے کہ اپنے آقا اور محسن کی طرف ذرا نہیں جھکتا۔

او ناشکرے انسان! کیسی تیری یہ نادانی ہے دیکھ تو دھوکا کھایا ہوا ہے' تیرا نفس و شیطان تجھے دھوکے میں ڈالا ہے' کوئی بدکاری کر رہا ہے جانتا ہے میرا اقبال و جاہ و بخت اسی میں ہے' گمراہ گمراہی میں اڑا ہوا ہے اور اس گمراہی کو راہ راست سمجھ رہا ہے گناہگار شرابی سمجھتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے کام سے ناراض ہے تو ہم کو یہ دولت و ثروت کیوں دیتے جاتا ہے؟ چور ظالم بھی یہی کہا کرتے ہیں' پھر اس پر غضب یہ ہے کہ اُلٹے ان بداعمالیوں پر اپنے کو جزاء خیر کے مستحق سمجھتے ہیں۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ﴾ تیرے اس تکبر و اکڑ کا سبب ہمارا کرم ہے۔ اگر ہم فوراً سزا دیدیا کرتے' ذرا قصور ہوا تو اُس پر عذاب اُتارتے رہتے تو تیرا یہ سارا غرور خاک میں مل جاتا۔

اے مغرور انسان! تیری آنکھیں کھلنے کے لئے اور تجھے یہ معلوم ہونے کے لئے کہ

توکس کے ساتھ غرور کر رہا ہے۔ تجھے یاد دلاتے ہیں کہ عدم سے اس ہستی میں تجھے کون لایا؟ سُن اے انسان ! ہم اپنے کرم سے لائے' تیرا سوال نہ تھا تیری دُعا نہ تھی' پھر یوں ہی تجھے بے ڈولی نہیں پیدا کئے۔ تیرے سارے جسم کے اعضاء کس مناسبت سے رکھے ہیں' کان کی جگہ کان' ناک کی جگہ ناک' آنکھ کی جگہ آنکھ' کس خوبی سے رکھے ہیں' پھر تیرے اندرونی ساری قوتوں کو اعتدال پر پیدا کئے ہیں' پھر ایک خاص نقشہ پر تجھے ڈھالے ہیں اُن میں سے کوئی بات بھی تیرے اختیار کی نہیں' نہ تیرے سوال پر دی گئی' یہ ہمارا کرم ہے' ہمارے احسان کا تجھے کچھ خیال نہیں۔ بجائے شکر گزار ہونے کے آج تو اپنی صورت اور حسن و جمال پر کتنا غرور کر رہا ہے۔ ہمارے کرم نے تو تجھے یہ سب کچھ دیا ہے' اب تو اس کے مقابلہ میں کیا شکر گزاری کر رہا ہے' تیری حالت بتا رہی ہے تجھے جزاء اور سزا کا انکار ہے' شتر بے مہار بن کر لذتوں اور شہوتوں میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ سمجھا ہوا ہے کہ میں مزہ اُڑانے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہوں' نہ مَر کر جینا ہے نہ حساب و کتاب ہے نہ اعمال کی جزا ہے نہ سزا' کیا ہمارے احسانات کا یہی شکر ہے' اگر تو یہ سمجھتا ہے تو غلط سمجھتا ہے۔

او ہم سے منہ موڑے ہوئے انسان ! ہم کو تجھ سے بیحد محبت ہے ہمارے کون کونسے احسان کا تو انکار کرے گا؟

ہماری مخلوق کو ہم سے ایک تعلق ہے تیرے کو ہم سے دو تعلق ہیں۔ تو نے سنا ہوگا کہ مخلوق کو خالق سے تعلق ہوتا ہے اس تعلق میں ساری مخلوق کے ساتھ تو بھی شریک ہے' دوسرا تعلق ہم نے خاص تیرے ہی میں پیدا کیا ہے' کسی مخلوق کو وہ تعلق نہیں دیا ہے' فرشتوں کو بھی اس تعلق سے محروم رکھا ہے وہ تعلق عشق و محبت کا ہے۔

اے ناشکرے انسان ! ہم سے عشق و محبت کرنا یہ تیرا ہی خاصہ ہے تو عالم بالا کا رہنے والا ہے' تو وہاں محبت الٰہی میں ترقی نہیں کر سکتا تھا اس لئے ہم تجھ کو اس جسم خاکی

میں لائے' اور جسم خاکی کی مناسبت سے تیرے میں نفس اور دِل پیدا ہوا' اب تو تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ روح انسانی' دوسرا نفس' تیسرا دل...... تمام عالم پر نظر ڈال کر دیکھ' تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے' اس کے مناسب اس کی غذا بھی پیدا کیا ہے۔ شیر کو پیدا کیا تو اس کے مناسب اُس کی غذا گوشت بنایا وہ جب کھائے گا تو گوشت ہی کھائے گا۔ بیل و بکری بنایا تو اُن کے مناسب غذا گھاس پیدا کیا' جب یہ کھائیں گے تو گھاس ہی کھائیں گے گوشت کبھی نہیں کھائیں گے۔

ایسا ہی انسان میں اللہ تعالیٰ دو چیزیں پیدا کئے ہیں:

۱۔ ایک نفس ہے نفس کی غذا دُنیا ہے' ہر وقت نفس کو دُنیا ہی کی طلب رہتی ہے۔

۲۔ دوسری چیز روحِ انسانی ہے اس کی غذا آخرت اور محبت الٰہی ہے ہر وقت رُوح کو آخرت اور محبتِ الٰہی کی ہی طلب رہتی ہے۔

دِل' نفس اور رُوح کے بیچ میں ہے جیسے انسان بیل بکری کی طرح نباتات یعنی اناج' بھاجی' ترکاری کھاتا ہے اور شیر کی طرح گوشت بھی کھاتا ہے۔ ایسا ہی انسان کے دل کی بھی ایک قسم کی غذا نہیں ہے۔ نفس کی طرف جھک گیا تو نفس کی طرح دُنیا دِل کی غذا رہتی ہے اور رُوح کی طرف دِل' جھک گیا تو رُوح کی طرح آخرت اور محبتِ الٰہی دِل کی غذا رہتی ہے۔

سارا عالم حیران تھا کہ جسم خاکی میں آئے تو ہیں محبتِ الٰہی میں ترقی کرنے کے لئے مگر کس ذریعہ سے ترقی کریں' کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا تو ہم نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو بھیج کر یہ مشکل راز کھول دیا۔ حضور ﷺ نے سمجھایا کہ رُوح کی فطرت میں آخرت اور محبت الٰہی غذا ہونے سے اور نفس کی فطرت میں دُنیا غذا ہونے سے عذاب و ثواب کا دارومدار نہ رُوح پر ہے نہ نفس پر' دل کی فطرت میں کوئی ایک غذا خاص نہیں ہے۔

دل کے اختیار میں ہے چاہے تو رُوح کی صحبت میں رہے اور رُوح کی طرح آخرت اور محبتِ الٰہی کو غذا بنائے، جنت کا مستحق ہو جائے یا چاہے تو نفس کی صحبت میں رہے، دنیا کو غذا بنائے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا اے انسان جب تو دنیا میں محبتِ الٰہی میں ترقی کرنے کے لئے آیا ہے تو نفس کی صحبت میں ہرگز نہ رہنا، تو رُوح کی صحبت میں رہ کر محبتِ الٰہی میں ترقی کر کے دنیا میں آنے کے مقصد کو پورا کرنا۔

اس لئے صاحبو! دل سے کہو اے دل! اللہ کے لئے سنبھل جا، اپنی خبر لے، تو سمجھا ہوگا کہ میں نفس کی طرح دنیا کو اپنی غذا بناؤں گا تو میرا کچھ نہ ہوگا۔ اگر یہ سمجھا ہے تو غلط سمجھا ہے۔ تیری فطرت میں دنیا کو غذا بنانا نہیں ہے تو پھر کیسی تیری نجات نفس کے صحبت میں رہنے سے ہوگی، دیکھ اے دِل تو نفس کی صحبت میں برباد ہو رہا ہے۔ گُوہ (نجاست) کا کیڑا جیسے گوہ میں رات دن رہتا ہے۔ اے دل اگر تو رات دن دُنیا ہی میں رہا اور دنیا کو ہی اپنا مقصد بنایا تو یاد رکھ تیرا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اے دل جب تو دنیا کو اپنا مقصود بنائے گا تو اللہ کو بھول جائے گا، رسول کی نصیحتیں تجھے یاد نہیں رہیں گی، آخرت کو پیٹھ پیچھے پھینک دیگا، جنتیوں کے اوصاف تیرے سے بالکل چلے جائیں گے، رذیل اوصاف تجھ میں پیدا ہو جائیگے تو پھر انسان نہیں رہے گا بلکہ جانور بن جائے گا۔

اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ابن ملجم کو اور یزید کو اور اُس کے ساتھیوں کو دیکھو کہ اُن کا دل نفس کی صحبت میں رہکر ایسا دنیا میں محو ہو گیا تھا کہ نہ اُن کو اللہ یاد تھا نہ رسول، نہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اُن کو یاد تھے، رسول اللہ ﷺ کو تشریف لے جا کر بہت دن نہیں ہوئے تھے۔ کل کی بات تھی، آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب جانور کو ذبح کرو تو پانی پلا کر اس کے ترحلق پر چھری چلاؤ اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا کرو۔ ہائے رحمت للعالمین کے اس ارشاد کا یزید کو اور یزیدوں کو کچھ خیال نہ رہا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیاسے حلق پر اُنھوں نے کس بے دردی سے چھری چلائی‘ شہیدانِ کربلا کوایک کے سامنے ایک کو ذبح کر دیا۔

اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ اُن کا دل نفس کی صحبت میں ایسا مَر مِٹا تھا کہ دُنیا ہی دُنیا اُن کے پیشِ نظر تھی‘ تو آخرت اُن کو بالکل یاد نہ رہی تھی بخلاف اس کے امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ‘ کو اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ‘ اور شہیدان کربلا کو دیکھو کہ اُن کا دل رُوح کی صحبت میں رہ کر‘ محبتِ الٰہی میں کامل ہوگیا تھا‘ آخرت اُن کے سامنے تھی‘ جنتیوں کے اوصاف اُن میں پیدا ہوگئے تھے‘ تسلیم اور رضا اُن کی صفت بن گئی تھی‘ اللہ اور رسول کی محبت میں‘ اور دین کی طرفداری میں اپنے جان کی بھی پروانہ کئے‘ اللہ کی راہ میں اپنی جان دیدئے۔

مسلمانو! اب عبرت لو‘ دل کو نفس کی صحبت میں ہرگز نہ رکھو‘ ورنہ تم میں بھی ایسے ہی بُرے اوصاف پیدا ہوجائیں گے اور اپنے دل کو روح کی صحبت میں رکھا کرو تو محبتِ الٰہی میں ترقی کر کے جنتیوں کے اوصاف پیدا کر کے جنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔

تَمہِیــــد

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴾ (پ ۴ ال عمران/ ۱۶‘ ۱۷) اور (اے پیغمبر) جولوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا (یہ مرے نہیں ہیں) بلکہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں) (اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کو روزی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور دینداری کا خیال ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے جان بھی جائے تو جائے مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہونے پائے‘ جن کو محنت سے دین ملا تھا اُن کو اس کی قدر بھی تھی‘ جن کو مفت ہاتھ لگا ہے اُن کو دین کی کیا قدر رہے مفت ہاتھ آیا ہے مفت جاتا ہے۔

ہم کو یہ دین مفت ملا ہے اس لئے کسی بات کی پروانہیں' جن کو مشقت سے دین ملا تھا' اُن سے پوچھو دین کی کیا قدر ہے۔

دین کی قدر کرنے والے دین پر جو مال قربان کرتے تھے اُس کی تائید میں حکایت : ایک صاحب سفر پر جاتے وقت تیس ہزار اشرفیاں اپنی بیوی کے حوالے کئے اُس وقت اُن کی بیوی حاملہ تھیں' ستائیس برس تک نہ آسکے' واپس آکر بیوی سے پوچھا وہ اشرفیاں کہاں ہیں' بیوی نے کہا' محفوظ ہیں' جب مسجد میں گئے تو دیکھا کہ حمل میں جو بچہ تھا وہ بڑا ہو کر بہت بڑا عالم ہوا ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما جیسے حضرات اُس کی شاگردی کر رہے ہیں' وہ صاحب مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے' مکان آنے پر بیوی نے پوچھا بتلاؤ وہ تیس ہزار اشرفی اچھی یا یہ نعمت' وہ صاحب جواب دیئے' وہ تمام اشرفی اس نعمت پر سے قربان ہیں۔ بیوی نے کہا' تیس ہزار اشرفی اس نعمت کے لئے خرچ ہوگئی......شوہر نے جواب دیا' اللہ کی قسم! تم نے اُن اشرفیوں کو ضائع نہیں کیا۔ صاحبو! مال یوں لٹاتے تھے دین کے لئے۔

دین پر جو جان قربان کرتے تھے اُن سے متعلق : اللہ تعالیٰ پر جان یوں قربان کرتے تھے کہ دس پانچ مسلمان' ہزار ہا پر اللہ کے دین کے لئے بے دھڑک گر جاتے تھے اُن ہی کی شان میں حضور ﷺ ارشاد فرمائے ہیں۔

حدیث شریف : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' دو قطروں اور دو نشانیوں سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز محبوب و مرغوب نہیں' ایک آنسوؤں کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ٹپکے اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے......رہ گئیں دو نشانیاں' تو ایک نشانی وہ ہے جو

اللہ تعالیٰ کی راہ میں نمودار ہو (جیسے زخم کا نشان' گرد وغبار کا نشان جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں چلنے سے جسم میں ظاہر ہو وغیرہ) اور دوسری نشانی اللہ تعالیٰ کے فرضوں میں سے کسی فرض کے ادا کرنے سے ظاہر ہوئی ہو (جیسے پیشانی پر سجدہ کا نشان' جاڑوں میں وضو سے ہاتھ پھٹنے کا نشان) وغیرہ۔

اللہ کی راہ میں جان تو کیا ایک قطرۂ خون بہانے والوں کی جو قدر و منزلت ہے وہ دیکھیے۔ اللہ تعالیٰ سب سے کلام پردہ کی آڑ سے کرتا ہے مگر شہداء جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں اُن سے بے پردہ کلام کرتا ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روحوں کو پرندوں کے جوف یعنی پیٹ میں (اسطرح رکھا جس طرح دُنیا میں سواری میں سوار رہتا ہے یا ہوائی جہاز میں مسافر رہتا ہے) وہ جنت کی نہروں پر اُڑتے پھرتے ہیں' جنت کے میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سنہری قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں' پس جب اُن کو کھانے پینے اور سونے کا لطف حاصل ہوا تو کہنے لگے ہمارے بھائیوں کو ہماری یہ اطلاع کون پہونچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ ہمارے بھائی جہاد میں بے رغبتی اور لڑائی میں سستی سے کام نہ لیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو تمہاری اطلاع میں دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴾ (پ ۴ ال عمران/ ۱۶'۱۷) اور (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا (یہ مرے نہیں ہیں) بلکہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں) (اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کو روزی ملتی ہے۔

دین کی حمایت میں جنھوں نے اپنا مال، اپنی جان قربان کی اُن سب کے سرادار:
سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت امام حسن اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں
اُس وقت کی بات ہے کہ اِدھر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما
کو دین اسلام کے تباہ ہونے کا رنج تھا تو اُدھر ظالموں کو یہ خیال تھا کہ جب تک دُنیا
میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ رہیں گے ہم دین اسلام تباہ نہیں
کر سکتے ان حضرات کے دنیا سے جانے کے بعد ہی ہم اس دین کی خرابی جیسے چاہے
ویسے کرسکیں گے اس لئے ان حضرات کی شہادت کے دَر پے تھے۔

باب اول

اس باب میں ابتداءً ھویٰ (خواہش نفسانی) اور عقل کی تشریح وتوضیح بیان کی گئی ہے اور یہ
بتلایا گیا ہے کہ ابن ملجم، یزید اور یزیدیوں نے ھویٰ پرستی کی بھی تو کس کے ساتھ کی، جن کے
ساتھ ھویٰ پرستی کی گئی وہ کس مرتبہ کے تھے اس کے بعد حضرات اہل بیت کے فضائل اور
مصائب بیان کئے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اتباع ھویٰ کی یزیدیوں کو دُنیا میں کیا سزا ملی۔
آخر میں یہ لکھا گیا ہے کہ عام طور پر اتباع ھویٰ سے دُنیوی و اُخروی کیا سزا ملتی ہے۔

پہلی فصل

ھویٰ اور عقل کی تشریح وتوضیح : انسان میں دو متضاد قوتیں ہیں، ایک ھویٰ
یعنی جو جی چاہے کرنا، دوسرے عقل یعنی غلام کی طرح بات بات میں اپنے مالک اللہ
عزوجل سے پوچھ پوچھ کر ہر کام کرنا۔

قرآن کریم سے ھویٰ کی توضیح : ایک روز عبدالملک بادشاہ نے حضرت امام

ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کل قیامت میں ہمارا حال اور ہمارا کام کیسا ہوگا۔
حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا 'اگر آپ قرآن شریف پڑھتے ہوں تو خود قرآن شریف میں اس کا جواب موجود ہے' بادشاہ نے کہا' کہاں اور کیا جواب ہے؟
ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ؕ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی﴾ (پ ۳۰ ۔ والنزعٰت)

جس نے (دنیا میں) سرکشی کی اور دنیا کی زندگی اور دنیا کی لذتوں کو (آخرت پر) مقدم رکھا تو (اس کا) ٹھکانا دوزخ ہے اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں (جوابدہی کے لئے) کھڑے ہونے سے ڈرا اور (اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو) اس کا ٹھکانا جنت ہے

(یعنی) دُنیا میں آگ ھویٰ (خواہش نفسانی) کی ہے۔ آخرت میں آگ دوزخ کی ہے۔ جو یہاں (دُنیا میں) ھویٰ کی آگ میں جلتا ہے۔ وہاں (آخرت میں) دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ جو یہاں (دُنیا میں) آبِ اطاعت (اطاعت کے پانی) سے ھویٰ کی آگ کو بجھایا اور عبادت کی جنت میں رہا' وہ وہاں (آخرت میں) جنتِ ماویٰ میں رہے گا۔
اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ 'میری اُمت پر کسی چیز کا اتنا خوف نہیں ہے جتنا خوف کہ ھویٰ اور طُوْلِ اَمَلْ کا ہے۔ ھویٰ یعنی خواہش نفسانی اُن کو حق سے روک دے گی اور طول امل یعنی بڑی بڑی امیدیں کرنا اُن سے آخرت بھلا دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو اللہ کے خلاف ابھارتی ہیں
﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ (پ ۳ ال عمران)
لوگوں کی (بناوٹ) اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اُن کو (دُنیا کی) مرغوب چیزیں یعنی

(مثلاً) بی بیوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں (ایسا ہی موٹریں وغیرہ) اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ وابستگی بھی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ) یہ (تو) دنیا کی زندگی کے (چندروزہ) فائدے ہیں۔

مذکورہ سات چیزوں کا خلاصہ پانچ چیزوں میں ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں:

﴿اِعۡلَمُوۡٓا اَنَّمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ وَّزِيۡنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٌ فِى الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ﴾ (الحدید) (لوگو) جانے رہو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور ظاہری طمطراق اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھکر مال اور اولاد کا خواستگار ہونا بس یہی کچھ ہے۔

﴿ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ﴾ میں ان پانچ چیزوں کا خلاصہ ایک ہی چیز ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ وہ ایک چیز **هوىٰ** یعنی (جو جی میں آئے کرنا) ہے۔ **هوىٰ** جامع ہے کل اقسام کے شہوات کی۔ **من تخلص عن الهوىٰ فقد تخلص من جميع الشهوات** جو **هوىٰ** کو چھوڑ دیتا ہے وہ تمام خواہشات نفسانی سے رُک جاتا ہے۔

جس نے **هـــوىٰ** کا اتباع کیا وہ فطرت انسانی سے نکل کر بہیمیہ سبعیہ (جانورپن اور درندہ پن) کے حدود میں پہنچ گیا۔ اس لئے ارشاد ہے: **﴿من اتبع هواه فمثله كمثل الكلب﴾** جو **هوىٰ** کا اتباع کرتا ہے اس کی مثال کتے کی جیسی ہے۔

بخلاف اس کے عقل کا تابع اللہ کا بندہ ہے اور **هـــوىٰ** کا تابع **هـــوىٰ** کا بندہ ہے اس لئے اس ارشاد سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ **﴿من اتخذ الٰهه هواه﴾** جو **هوىٰ** کو اپنا معبود بنالیا (وہ **هوىٰ** کا بندہ ہوجاتا ہے)

عقل کے تابعین کو اگر **هـــوىٰ** (خواہش نفسانی) سے کچھ لغزش ہوجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متاثر ہوکر (بے چین) ہوجاتے تھے:

﴿مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾
(والنزعٰت) جو اپنے پروردگار کے حضور میں (جوابدہی کے لئے) کھڑے ہونے سے
ڈرا اور (اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا تو) اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

جو لوگ عقل کے تابع ہیں اگر کبھی احیاناً ھویٰ یعنی خواہش نفسانی میں مبتلا ہوئے تو فوراً چونک جاتے اور اس لغزش کو دُور کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔

حکایت : نیشا پور میں ایک سوداگر تھا اُس کے پاس نہایت حسین وجمیل باندی تھی جب سوداگر سفر پر جانے لگا تو سونچا کہ اگر اس باندی کو ساتھ لے جاؤں تو فتنہ ہے اگر گھر پر چھوڑ جاؤں تو اعتبار نہیں' بہت پریشان رہا۔ بالآخر یہ طے کیا کہ اس بستی میں جو بزرگ ہیں اُن کے پاس اس باندی کو رکھا جائے' چنانچہ اُن بزرگ پر اپنا مُدّعا ظاہر کیا' وہ بزرگ انکار کیے اور فرمائے کہ مجھے معاف کرو' تب سوداگر نے بڑی منّت اور سماجت کی اور کہا کہ مجھے آپ پر کامل بھروسہ ہے۔ آپ کو اللہ اور اس کے رسول کا واسطہ دیتا ہوں لِلّٰہ آپ میری باندی کو امانتاً رکھ لیجئے' وہ بزرگ مجبوراً اس باندی کو گھر میں رکھ لئے اور سخت پردہ کا حکم دیئے۔ اتفاقاً ایک روز وہ باندی نظر آ گئی' آپ اس پر عاشق ہو گئے...... فوراً چیخ مارے کہ ﴿مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾ (جو اپنے پروردگار کے حضور میں جوابدہی کے لئے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا رہا) سے میں نکل گیا' اب کیا کروں...... دوڑے دوڑے اپنے پیر ومرشد کے پاس آئے اور کہے کہ حضرت میں روسیاہ ہو گیا' میں نے ھـوىٰ کا اتباع کیا' ضرور اللہ مجھ سے ناراض ہوا ہوگا۔ اب بتائے کیا کروں' میرا اللہ مجھ سے کیسے راضی ہوگا۔ مرشد کہے مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ شہرِ رَےْ میں ایک بزرگ ہیں یوسف حسین اُن کا نام ہے اُن کے پاس جاؤ' وہ تمہارا گناہ معاف کرا دیں گے۔ دوڑے دوڑے رَےْ پہنچے اور یوسف حسین کا

پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا اس بدمعاش کو کیوں پوچھتے ہو وہ ہمیشہ لواطت اور شراب میں پڑا رہتا ہے۔ وہ بزرگ واپس آ کر مرشد سے پورا ماجرا بیان کیئے۔ مرشد نے فرمایا' کیا تم نے اُن کو دیکھا بھی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں' مرشد خفا ہوئے اور فرمائے پھر جاؤ اور اُن سے ملو...... حکم کی تعمیل میں وہ واپس ہوئے اور یوسف حسین صاحب سے ملے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شراب کی صراحی رکھی ہوئی ہے اور ایک لڑکا سامنے بیٹھا ہے مگر ان بزرگ کا چہرہ نورانی ہے۔ انھوں نے سلام کیا' ان بزرگ نے سلام کا جواب دیا اور ایسی تقریر فرمائی کہ یہ گرویدہ ہوگئے اور عرض کیا اللہ کے لئے فرمایئے کہ آپ صاحب کمال بزرگ ہوکر یہ کیا خلاف شریعت کام کر رہے ہیں۔ وہ صاحب فرمائے' مجھے صراحی میسر نہ ہوئی تو راستے میں پڑی شراب کی صراحی اُٹھا کر لایا ہوں' اور پاک وصاف کر کے اس میں پانی پیتا ہوں' اور یہ لڑکا میرا فرزند ہے اس کو قرآن سکھاتا ہوں۔ ان باتوں سے کوئی واقف نہیں ہے اس لئے ملامت کرتے ہیں انھوں نے عرض کیا' آپ نے کس لئے ایسی حالت بنا رکھی ہے کہ لوگوں کو ملامت کا موقع ملے۔ ہنس کر جواب دیئے...... ایسے حالات اس واسطے بنائے ہیں کہ کوئی بھروسہ کر کے اپنی باندی نہ رکھائے اور امانت میں خیانت کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ کر دُور دَراز شہروں میں مارا مارا پھرنا نہ پڑے۔ یہ بزرگ جن سے لغزش ہوئی تھی اپنا راز سن کر قدموں پر گر پڑے اور اُن سے استغفار کروائے۔

ھویٰ سے بچنے کے لئے سلف صالحین یوں بدنام رہا کرتے تھے احیاناً اگر ھویٰ سے کچھ لغزش ہو ہی جائے تو خوفِ خُدا سے ڈر کر دُور دُور مارے مارے پھرتے تھے۔

عقل کے متبعین ھویٰ کے نفع وضرر کو اس طرح سمجھے ہیں کہ : انسان کا جسم ایک سلطنت ہے...... جوارح (یعنی اعضاء) ایسے ہیں جیسے رعایا اور کاریگر ہوتے ہیں۔

عقل مثل وزیر کے مشیر و ناصح ہے اور سیدھا راستہ دِکھلاتے رہتی ہے اور مثل طبیب کے امراض بتلاتے رہتی ہے۔

ھویٰ مثل بُرے غلام کے برائیوں کی طرف کھینچتی ہے...... غضب مثل کوتوال کے ہے۔

لائق بادشاہ کوتوال (غضب) اور غلام (ھــویٰ) ان دونوں کو وزیر (عقل) کا تابع رکھ کر وزیر کے مشورہ سے ملک رانی کرے تو سلطنت ترقی کرتی ہے۔

برخلاف اس کے وزیر (عقل) پر غلام (ھویٰ) اور کوتوال (غضب) کو غالب کرکے وزیر عقل کے مشورہ پر نہ چلے تو سلطنت برباد اور ظلم بے انتہا ہوگا۔

ایسا ہی ھــویٰ (خواہش نفسانی) کا اتباع کرنے والا انسان' انسانیت کو برباد کرکے جانوروں سے بدتر ہوجاتا ہے اور اس سے وہ وہ کام ہوتے ہیں جو جانوروں سے بھی نہیں ہوتے۔ دو مظلوم یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت کس نے کروائی یہی اتباع ھویٰ ہے۔

دوسری فصل

اس فصل میں اہل بیت اطہار کے مناقب بیان کئے گئے ہیں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ جن بابرکت بزرگوں کے ساتھ ھویٰ پرستی کی گئی وہ کس مرتبہ کے تھے۔

صرف حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہی بہتر نہیں ہیں بلکہ اُنکے عزیز واقارب بھی بہتر ہیں : ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتے ہوئے تشریف لائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ رونے کا سبب دریافت فرمائے' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حسن' حسین (رضی اللہ عنہما) بہت دیر سے گئے ہوئے ہیں

اب تک واپس نہیں ہوئے' اس وقت حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی نہیں ہیں اور نہ کوئی دوسرا کہ جن کو بچوں کی تلاش کے لئے بھیجوں' معلوم نہیں بچے کہاں گئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ڈرومت فاطمہ! اللہ تعالیٰ تم سے بڑھکر اُن پر مہربان اور اُن کا محافظ ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ دُعا فرمانے لگے الٰہی جہاں کہیں بھی یہ بچے ہوں اُن کی حفاظت فرما۔

فوراً جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کئے یارسول اللہ ﷺ کچھ فکر نہ فرمائے بچے قبیلہ بنی نجار میں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی حفاظت کے لئے دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اور آنحضور ﷺ جب بنی نجار میں پہونچے تو حضور ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اُٹھائے اور ایک فرشتہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لے لیا مگر لوگوں کو ایسا دکھائی دیتا تھا کہ دونوں صاحبزادوں کو حضور ﷺ ہی اُٹھائے ہوئے ہیں جب ہم سب مسجد میں واپس ہوئے تو حضور ﷺ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا: 'لوگو! کیا بتلاؤں وہ کون ہیں کہ جس کے نانا' نانی سارے عالم سے بہتر ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا فرمایئے یارسول اللہ ﷺ......تب حضور ﷺ ارشاد فرمائے وہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں جن کے نانا رسول اللہ ﷺ اور نانی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں کہ جو سارے عالم سے بہتر ہیں۔

حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کیا بتلاؤں وہ کون ہیں جن کے ماں وباپ سب کے ماں وباپ سے بہتر ہیں۔ سنو وہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں کہ انکے باپ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اور ماں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب کے ماں باپ سے بہتر ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ کیا بتلاؤں کہ وہ کون ہیں کہ جن کے ماموں اور خالہ سب کے ماموں

اور خالہ سے افضل ہیں۔ سنو وہ حسن وحسین ہیں کہ اُن کے ماموں قاسم بن رسول اللہ ﷺ اور خالہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب کے ماموں اور خالہ سے بہتر ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ کیا بتلاؤں کہ وہ کون ہیں کہ جن کے چچا اور پھوپھی سب کے چچا اور پھوپھی سے افضل ہیں' سنو وہ حسن اور حسین ہیں کہ اُن کے چچا حضرت جعفر اور پھوپھی ام ہانی ہیں کہ جو سب کے چچا اور پھوپھی سے افضل ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دوست کی بھی وہ شان ہے کہ حضور ﷺ اُس کی شفاعت کرینگے:

حدیث شریف : ایک روز حضور نبی کریم ﷺ ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ چند بچوں کو کھیلتے ہوئے ملاحظہ فرمائے آپ نے اُن میں سے ایک بچہ کو گود میں اُٹھالیا اور اُس کو پیار کرنے لگے۔

صحابہ عرض کئے یارسول اللہ ﷺ سب بچوں سے زیادہ اسی بچہ کو آپ پیار فرمارہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا' ایک دن اس بچہ کو میں نے حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت سے اس بچہ کی محبت میرے دل میں ہے۔ 'میں اس کی شفاعت کروں گا اور اسکے ماں باپ کی بھی شفاعت کروں گا'

سخاوت اہلِ بیت : ایک دفعہ حضرت امام حسن' امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم مدینہ شریف سے حج کے لئے مکہ شریف جارہے تھے اور راستہ میں ایک بڑھیا کا گھر تھا یہ حضرات اُس کے گھر گئے اور اُس سے فرمائے کہ کچھ پلاؤ' پھر وہ بڑھیا اُن سب حضرات کو بکری کا دودھ پلائی' اُن حضرات نے فرمایا' کیا کھانے کے لئے کچھ ہے؟ اُس بڑھیا نے عرض کیا میرے پاس اس بکری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اس کو ذبح کیجئے اور تناول فرمایئے' چنانچہ اس بکری کو ذبح کر کے پکایا گیا اور

سبھوں نے کھایا' اس کے بعد اُن حضرات نے اس بڑھیا سے فرمایا' ہم قریش سے ہیں تم مدینہ منورہ آنا ہم کچھ دیں گے۔ یہ حضرات تو چلے گئے' اس بڑھیا کا خاوند آیا اور کہا کہ تو نے بکری ایسے اجنبیوں کو دیدی نہیں معلوم وہ کون تھے؟

ایک زمانہ کے بعد وہ بڑھیا اور اُس کا خاوند محتاج ہو کر مدینہ منورہ آئے اور محنت ومزدوری سے گزر کرنے لگے' اتفاقاً اس بڑھیا کا گزر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گھر پر سے ہوا' اس بڑھیا نے نہیں پہچانا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اُس کو پہچان کر فرمایا اے بڑھیا کیا تو مجھے جانتی ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا' میں تیرا فلاں مہمان ہوں کہ جس کو تو نے دودھ اور بکری کے گوشت سے ضیافت کی تھی پھر آپ نے اُس کو ایک ہزار بکری اور ایک ہزار اشرفی دیکر اپنے غلام کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہزار بکری اور ایک ہزار اشرفی دیکر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجدیئے۔ انھوں نے بھی دو ہزار اشرفیاں اور دو ہزار بکریاں اُس بڑھیا کو دیئے۔ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار اشرفیاں لے کر دولت مند ہو کر خاوند کے پاس آئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حلم و بردباری :ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان جمع تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے کہ ایک خادم کے ہاتھ سے گرم گرم کھیر کا پیالہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر چھوٹ گیا۔ سَر اور چہرہ مبارک پر کھیر ٖگر پڑی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اُس کو گھور کر دیکھنے لگے۔ خادم نے کہا ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾ (غصہ پینے والے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں نے غصہ پی گیا' خادم نے کہا ﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے)۔ حضرت نے فرمایا' میں

نے معاف کردیا'۔ خادم نے کہا ﴿وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (اور اللہ نیکوں یعنی احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔ حضرت نے فرمایا: 'میں نے تجھ کو معاف کیا' آزاد کیا اور ہمیشہ تیرا خرچ میرے ذمہ رہے گا'۔

جو جگر پارۂ پیغمبر ہوں اُن کے اخلاق کو کیا پوچھتے ہو' اُن ہی کی شان میں تو حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے 'حسن اور حسین عرش کی زینت ہیں'

حدیث شریف: جب جنت بنائی گئی تو اس نے پوچھا الٰہی! مجھے آپ نے کس کے لئے بنایا ہے جواب ملا کہ مسکینوں کے لئے' اُس پر جنت آزردہ ہونے لگی' ارشاد ہوا حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) بھی تو تیرے ارکان ہیں تب وہ بیحد خوش ہوئی اور فخر کرنے لگی۔

حدیث شریف: ایک روز حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا 'یہ زمین اور آسمان کی زینت ہیں' یہ سُن کر ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ تو آپ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا' میرا حسین زمین سے زیادہ آسمانوں پر بزرگ ہے۔ عرش کے سیدھی طرف لکھا ہے امام حسین '**مفتاح ھدیٰ اور سفینہ نجات**' (ہدایت کی کنجی' نجات کی کشتی) ہیں۔

عقل پُکار کر کہہ رہی ہے ہائے: حضرت علی مرتضٰی کے صاجزادہ امام حسین ہیں...... اُن کے مثل دو جہاں میں کوئی نہ ہوا...... اُن کے جیسا دو جہاں میں کوئی نہیں ہوا جو رسول اللہ ﷺ کے کاندھے مبارک پر رہا ہو...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گود میں پلا ہو...... جبرئیل علیہ السلام جس کا جھولا جھلائے ہوں۔

وہ جو زمین اور آسمان کی زینت' عرش کی آرائش' ہدایت کے چراغ اور نجات کی کشتی ہیں' جنت جن پر فخر کرتی ہے جن کی دوستی اور محبت مسلمانوں کے دل کی روشنی ہے۔

عقل کہتی ہے کہ اُن کی غلامی کو فخر سمجھنا چاہیے مگر عقل کی کون سنتا ہے۔ ھوىٰ کے بندے جو جی میں آیا کر گزرتے ہیں۔

تیسری فصل

ھوىٰ سے مغلوب ہو کر افعال شنیعہ کرنے کے بعد یزیدیوں کی جو فضیحت و رسوائی ہوئی' اس کو اس فصل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

یزیدیوں کو ساری دنیا تھوکتی تھی مگر ان بے حیاؤں کو شرم نہیں آتی تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سَر مبارک جب کربلا سے لے چلے تو اس سے مشک کی بو مہکتی تھی' فرشتے سایہ کئے ہوئے تھے' لب مبارک قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ زید بن ارقم کے مکان پر سے جب گذر رہوا' اُس وقت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سورۂ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ سَر مبارک اُن کے قریب ہوا تو زید یہ آیت پڑھ رہے تھے

﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾ (الکہف)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف کا قصہ عجیب ہے؟ سَر مبارک سے آواز آئی کہ اصحاب کہف کا قصہ عجیب نہیں ہے بلکہ میرا قصہ اس سے بڑھکر عجیب ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' نے آہ وزاری کے ساتھ عرض کیا یا ابن رسول اللہ بیشک آپ کا قصہ اصحاب کہف کے قصہ سے ہزار درجہ بڑھکر عجیب ہے۔

جب یزید کے سامنے سر مبارک رکھا گیا اُس وقت وہاں ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا۔ یہودی نے پوچھا یہ کس کا سَر ہے؟ یزید نے کہا حسین (رضی اللہ عنہ) کا۔ یہودی نے کہا اُن کے ماں و باپ کون تھے؟ یزید نے جواب دیا' اُن کے باپ علی (رضی اللہ عنہ) اور ماں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تھیں۔ یہودی نے کہا' فاطمہ کے باپ کا نام کیا تھا؟ یزید نے شرماتے ہوئے کہا محمد رسول اللہ ﷺ ......

وہ یہودی عمامہ پھینک کر سَر ٹکراتا تھا اور کہتا تھا میں ایک نبی کی اولاد میں ہوں' ستر پشت ہو گئے ہیں مگر اب تک تمام یہودی میری چوکھٹ چومتے ہیں' ارے بدذاتو! کل کی بات ہے کہ تمہارے نبی (ﷺ) انتقال فرمائے ہیں آج اُن کے نواسہ کا سَر کاٹ کر دَر بدر پھرواتے ہو۔

یزید کے پاس ایک وکیل نصرانی تھا اُس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے سم کا نقش ایک پتھر پر ہے آج تک نصاریٰ اس پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرتے ہیں............ افسوس صد افسوس اے یزید' تو نے نبی ﷺ کے خاص آل کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

ھویٰ کی اتباع نے ایسی صاف بات بھی سوجھنے نہیں دی۔ خون ناحق کیوں ہوتا ہے اسی اتباع **ھویٰ** سے۔ ہابیل کو قابیل نے کیوں قتل کیا اسی اتباع **ھویٰ** سے۔

یزیدیوں کو اتباع ھـویٰ کی سزا دُنیا میں : اتباع ھـویٰ کی سزا آخرت میں تو ملے گی مگر دُنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو برس بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ تمام ظالم طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہو کر فنا و برباد ہو گئے البتہ ایک شخص ان ظالموں میں سے بچا تھا اس نے ظالموں کی بربادی کا تذکرہ سنکر کہا کہ میں بچا ہوا موجود ہوں یہ کہہ کر اُٹھا اتفاق سے چراغ کی لو کپڑوں کو لگی وہ بھاگتا تھا آگ بھڑکتی تھی بالآخر پانی کے حوض میں کود پڑا' پانی تیل بن کر اُس کو جلا کر راکھ کر دیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے یہاں ایک شخص مسائل دریافت کرنے آیا کرتا تھا' اس شخص کے منہ سے ایسی بدبو آتی تھی کہ اس بو کے سونگھنے کی کسی میں تاب و طاقت نہ تھی۔ اس کا سبب پوچھنے سے ہم کو شرم معلوم ہوتی تھی'

آخر ایک روز اُس سے پوچھا گیا' وہ بہت شرمندہ ہوا اور کہا مجھے رسوا نہ کرو' خیر میں اپنی کیفیت سناتا ہوں' میں اُن لوگوں میں سے ایک ہوں جو دریائے فرات کی حفاظت کے لئے ماموراور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو پانی لینے سے روکتے تھے۔

بعد واقعہ کربلا کے میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور میں بہت پیاسا ہوں' بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حوض کوثر پر بیٹھے ہوئے ہیں' کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے بھی ہیں اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں' میں نے پانی مانگا' کسی نے توجہ نہیں کی' تب رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور حکم دیئے کہ اُن کو بھی پانی دو' کئی مرتبہ حکم ہوتا تھا مگر کسی نے بھی مجھ کو پانی نہ دیا...... بالآخر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اُس کو پانی کیوں نہیں دیتے ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) یہ اُن لوگوں میں سے ایک ہے جنھوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے لشکر کو پیاسا رکھا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کو **قطران** (ڈانبر) پلاؤ۔ قطران پیا' ہوشیار ہوتے ہی منھ سے بدبو آنے لگی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اُس کو اپنے یہاں آنے سے منع کر دیا' اس ذلت وخواری کو وہ برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔

باب دوم

اس باب میں ابتداء دُنیا کی حقیقت اور اظہار خوشی وغمی آرام وآسائش کے بعد یزیدیوں کے آرام وآسائش کا تقابل اہل بیت کے مصائب سے کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اسی طرح دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی ظاہر کی جا کر یزیدیوں کے ساتھ دنیا کی بے وفائی کو بیان کیا گیا ہے۔

آخر میں عام طور پر دُنیا کی بے وفائی نظر نہ آنے کے وجوہ واسباب بیان کئے گئے ہیں۔

پہلی فصل

دُنیا کی حقیقت اور اصلیت

دُنیا مثل نجاست کے ہے : صاحبو ! سنو' ایک سبزہ زار اور لہلہاتا باغ ہے جو اُس کو دیکھتا ہے اس کا فریفتہ ہو جاتا ہے مگر اس باغ کے نیچے نجاست گوہ اس قدر بھرا ہے کہ جو اُس باغ میں قدم رکھتا ہے وہ سَر سے پاؤں تک نجاست میں ڈوب جاتا ہے۔ اس سے نکلنے کی بہت کوشش کرتا ہے مگر نہیں نکل سکتا۔ آخر اسی نجاست (گوہ) میں ڈوب مرتا ہے۔

یہی نمونہ ہے دُنیا کا' دیکھنے میں تو اس قدر خوشنما ہے کہ جو دیکھتا ہے وہ اس کا دیوانہ اور فریفتہ ہو جاتا ہے مگر اس کے اندر نجاست وگوہ بھرا ہوا ہے جو اس دُنیا میں ایک بار پھنستا ہے پھر وہ اس سے نہیں نکل سکتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ ذیل سے دُنیا کے نجس مقام ہونے میں کلام ہی نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں جب گیہوں کھالئے' اس کے بعد اُن کو پاخانہ کی ضرورت معلوم ہوئی' اس کے لئے جگہ ڈھونڈنے لگے تا کہ پاخانہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آدم کیا کرتے ہو؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا' الٰہی پاخانہ کے لئے جگہ ڈھونڈتا ہوں۔ ارشاد باری ہوا' آدم کہاں پاخانہ کرو گے......

عرش پر یا کرسی پر، جنت کی نہروں کے کنارے یا جنت کے جھاڑوں تلے۔

اے آدم! یہ جگہ پائخانہ کرنے کی نہیں ہے۔ نجاست کی جگہ تو دُنیا ہے وہاں جا کر پائخانہ کرنا۔

غرض دُنیا ایسی جگہ ہے جس کے اندر نجاست ہی نجاست بھری ہوئی ہے۔

دُنیا کی بے وقعتی کے ثبوت میں حدیث: ایک روز حضور نبی کریم ﷺ کا گزر صحابہ کے ساتھ ایک مردہ بکری پر ہوا جو پھول کر سڑ گئی تھی، اس سے بدبو نکل رہی تھی۔ سب کے سب ناک پر کپڑا رکھ کر وہاں سے جلد نکل گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تم لوگوں کے دِلوں میں اس سڑی ہوئی بکری کی کتنی وقعت ہے۔ سبھوں نے عرض کیا، ہمارے پاس اس کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سڑی ہوئی بکری سے زیادہ بے وقعت ہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس دنیا کی مچھر کے پَر برابر بھی وقعت ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ ملتا۔

حدیث شریف سے دُنیا کی حقیقت کا اظہار : ایک روز رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے اور فرمائے چلو ابو ہریرہ میں تم کو دُنیا دکھاتا ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مجھ کو ایسے مقام پر لے گئے جہاں مُردوں کی ہڈیاں اور سَر کے بال، کھوپریاں، گائے، بھینس، بیل، گھوڑوں کی ہڈیاں اور کچھ چندیاں نجاست، گوہ وغیرہ پڑے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ نے یہ سب دکھا کر فرمایا، اے ابو ہریرہ یہ ہڈیاں ان لوگوں کی ہیں جو کیسے کیسے خوبصورت تھے، کیسے بہادر تھے، کیسے مال ودولت والے تھے، یہ کھوپریاں

اُن لوگوں کی ہیں جن کے سَروں میں کیسی کیسی حرص تھی، کیا کیا آرزو تھی، ان سَروں میں بھی وہی خیالات بھرے تھے جو آج تمہارے سَروں میں ہیں۔ اب ہڈیاں ہوگئی ہیں قریب ہے کہ خاک ہوجائیں۔ یہ نجاست گوہ وہی لذیذ بامزہ کھانے ہیں جن کو کس کس محنت سے کمائے تھے۔ حلال وحرام جس طرح بن پڑا سمیٹے تھے آج وہی بامزہ کھانے ہیں جو گوہ بن گئے ہیں جن سے تم کوسوں دور بھاگتے ہو۔ یہ چندیاں وہی کپڑوں کے تھان ہیں جو کس خوشی سے تم نے خریدا تھا پھر اُن کو پہن کر کس طرح اکڑ رہے تھے آج وہی تھان چندیاں بنے ہوئے کسمپرسی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ انہی جانوروں کی ہڈیاں ہیں جن پر تم کس نخوت اور تکبر سے سوار ہوتے تھے اور جب وہ جانور شام گھر آتے اور صبح چرنے جاتے تو تم اُن پر کیسا فخر کیا کرتے تھے...... ابوہریرہ بس یہی دُنیا ہے اور اس کا یہ انجام ہے۔ صرف اسی کے واسطے کیا کیا ہنگامے اور کیا کیا جھگڑے اور کیا کیا دشمنیاں نکالی جاتی ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ اس کے نبی ﷺ کا کچھ خیال ہے .... بس اتنی ہی دُنیا کے واسطے کربلا کا میدان ہے نبی ﷺ کے نواسہ کا سَر اُتارا جارہا ہے۔

دوسری فصل

دُنیا کی خوشی وغمی اور آرام وآسائش میں

ایک نظر اس دُنیا پر ڈالئے کچھ عجب نیرنگیاں دکھا رہی ہے۔ ایک ہی شہر، ایک ہی جگہ، کہیں گلاب کے پھول ہیں تو کہیں ببول کے کانٹے، کہیں شادی کا ولیمہ ہے تو کہیں میت پر پھول چڑھائے جارہے ہیں۔ کہیں کوئی نہایت شوق سے نئی شادی کئے ہوئے دلہن کو پالکی یا ڈولی میں لئے باجہ بجاتے اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ کوئی اپنی نوجوان

خوبصورت ایک رات کی بیاہی دلہن کے جنازہ کو ایک ٹوٹے سے ڈولے پر ڈالے قبرستان کی طرف لئے جاتا ہے اتفاق سے بیچ بازار میں میت کی برأت اور شادی کی برأت دونوں ملتے ہیں ' **اللہ اکبر** ' ایک طرف خوشی اور ایک طرف غم' ایک طرف خانہ بربادی اور ایک طرف خانہ آبادی' ایک طرف دلہن کی پالکی میں اس کی چھوٹی بہن اور سہلیاں پان کھاتی اور خوشیاں مناتی جاتی ہیں' دوسری طرف جنازہ کے ڈولے کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بہن و بھائی ڈولے کا پایہ ننھے ننھے ہاتھوں سے پکڑے روتے جاتے ہیں۔ کوئی اپنے فرزند کے عقیقہ کی خوشی میں بکرے لئے چلا آتا ہے' کوئی اپنے پیارے بیٹے کا جنازہ لئے جاتا ہے۔ عقیقہ کرنے والا بکروں کا گوشت قرابت داروں اور مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرے گا دوست واحباب کو کھلائے گا' دوسرا اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو قبر کی خاک پر لٹا کر اس کے گورے گورے جسم کا گوشت قبر کے کیڑوں کو کھلائیگا۔ کوئی اپنے داماد کے لئے دوشالہ خریدنے چلا آتا ہے' کوئی اپنے بہنوئی کے لئے کفن کا کپڑا لینے آتا ہے۔ کسی کو چوکی پر بیٹھا کر شادی کی ہلدی ملی جارہی ہے' کسی کو تختہ پر لٹا کر پھسلیوں کا لیپ دھویا جارہا ہے۔ کسی کو عطر سہاگ لگایا جارہا ہے' کسی کو غسل کے پانی میں کافور ملایا جارہا ہے۔ کسی کے خلوت کے لئے چھپر کھٹ میں کمخواب کا پردہ چھوڑ کر پردہ کیا جارہا ہے' کسی کی لاش کو دفن کرنے کے لئے قبر کے چاروں طرف پردہ کیا جا کر آخری خلوت خانہ بنایا جارہا ہے۔ کوئی مخملی بچھونے پر سوتا ہے' کوئی قبر کی خاک پر پڑا روتا ہے۔ کوئی ہاتھی گھوڑوں پر شان و شوکت سے سوار ہو کر چلتا ہے' کوئی اپاہج سرین کے بل رینگتے چلتا ہے۔ کسی کی ایک آواز پر ہزار جواب ملتے ہیں' کسی کی ہزار آواز پر ایک جواب بھی نہیں ملتا۔

دُنیوی آرام وآسائش کا تقابل اہلبیت کے مصائب سے : جہاں گدھے

گھوڑے، اونٹ، چرند و پرند...... دریائے فرات پر پانی پیتے اور نہاتے ہیں، وہیں شافع محشر کے پیاسے نواسے ایک ایک گھونٹ پانی کے لئے ترستے اور تڑپتے ہیں۔ کسی کے بچوں کو زہر مہرہ عرق بید مشک میں ملا کر پلایا جاتا ہے۔ علی اصغر شیر خوار کو پیاس کی شدت میں پانی کے بدلہ حلق میں تیر مارا جاتا ہے۔ کسی کے لئے سونے چاندی کے برتنوں میں پینے کا پانی لایا جاتا ہے، مگر عباس (رضی اللہ عنہ) علم بردار، اولادِ رسول کے سقہ مشک میں پانی بھر کر لانا چاہیں تو مشک میں تیر مار کر چھید کیا جاتا ہے۔ کسی کے بچھونے میں روئی کا بنولہ بھی نہ رہنے دیا جائے اگر رہ جائے تو آرام نہ آئے، مگر کربلا کے شہیدوں کی لاشیں گرم پتھروں پر گھوڑوں کے سموں سے کچلی جائیں۔ کسی محل سرا میں ہزاروں کافوری شمع جلائی جائیں، مگر ختم المرسلین کا نواسہ بے چراغ اندھیرے جنگل میں پڑا رہے۔

تیسری فصل

دُنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی

حدیث شریف : جبرئیل علیہ السلام، نوح علیہ السلام سے اُن کے انتقال کے وقت پوچھے (حالانکہ اس وقت اُن کی عمر ساڑھے نو سو برس کی تھی) کہ دُنیا کو آپ کیسا پائے۔ نوح علیہ السلام فرمائے میں نے اُس کو ایسا پایا جیسے ایک مکان ہے اُس کے دو دروازے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک دروازہ سے آیا اور دوسرے دروازہ سے نکل گیا۔

دوستو! یہ دنیا دھوکے کی ٹٹی ہے یہ تم کو اپنی ظاہری اداؤں سے اپنی طرف کھینچتی ہے،

دوسرے کی یاد بھلا دیتی ہے' ایسا ظاہر کرتی ہے کہ دُنیا بھی تیرے پر مرتی اور تیری عاشق ہے جب تو اس کا ہو جاتا ہے تو پھر تیرے سے بے وفائی کر جاتی ہے۔ تیری زندگی میں تجھ سے علحدہ ہو جاتی ہے یا مرنے کے بعد تو یقیناً ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔

اس کی مثال ایک فاحشہ عورت کی ہے ایسا دل لیتی ہے کہ انسان اپنی بیوی بچوں کو بھی چھوڑ کر اسی کے پیچھے دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی یہ دنیا بھی تجھ سے اپنا کام نکال کر دوسرے آشنا کی طرف لگ جاتی ہے تو خود ہلاک ہو جاتا ہے یا تیرے سے اپنے کو چھڑانے کے لئے تجھ کو ہلاک کر ڈالتی ہے آج ایک کے پاس ہے تو کل دوسرے کے پاس۔

حدیث شریف : عیسیٰ علیہ السلام نے دُنیا سے پوچھا' تیرے کتنے خاوند ہوئے' دُنیا نے کہا' بے گنتی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا' سب مرے یا انھوں نے تجھے طلاق دی۔ دنیا نے کہا' نہ کوئی مرا نہ کسی نے طلاق دی بلکہ میں نے سب کو مار ڈالا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ کیسے احمق ہیں' دوسروں کے ساتھ اس دُنیا کا یہ معاملہ دیکھتے ہیں اور پھر بھی عبرت نہیں لیتے' جب یہ اُن کو چھوڑتی ہے یا وہ اس کو چھوڑتے ہیں تو حسرت اور افسوس کرتے ہیں۔ دُنیا کھیل وتماشہ کی بے ثبات جگہ اور ایک کھلونا ہے۔ لوگ بچوں کی طرح اس پر فریفتہ ہیں۔ جو اس پر فریفتہ ہوتے ہیں وہ بے سمجھ ہیں۔

یزیدیوں کے ساتھ دُنیا کی بے وفائی : ذرا یزید کو دیکھو' دُنیا نے اُس کا دِل ایسا لیا تھا اور وہ اُس کا ایسا دیوانہ ہو گیا تھا کہ اس کو کچھ بھی خیال نہ رہا' اس دُنیا کی محبت نے نبی (ﷺ) کے نواسہ کے ساتھ وہ کام کروایا جو کسی سے نہ ہو سکے' جب دُنیا نے اپنا کام نکال لیا تو یزید کو برس دو برس بھی زندہ رہنے نہ دیا' اس ناپکار یزید کو ہلاک کر دیا' اور پھر خود دوسرے کے پاس چلا گئی۔

دُنیا کی بے وفائی کا ایک اور نمونہ دیکھئے:

جعدہ جو بیوی ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ' کی' اُن کو یزید' مَروان کے ذریعہ کہلاتا ہے اگر تم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ' کو زہر دیدوگی تو میں تم سے نکاح کرونگا اور تم بادشاہ وقت کی بیگم بنوگی۔

ہائے اس دُنیا نے جب جعدہ کو گھیرا اور انھوں نے دُنیا کی محبت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیکر اس فعل بے بہا کو کھودیا اور یزید کے پاس پیغام بھیجا کہ تیرے کہنے سے میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا ہے اب تو حسب وعدہ مجھ سے نکاح کرلے۔ اس کے جواب میں یزید نے یہ کہا جو اپنے ایک زمانہ کے رفیق اور اپنے محبت کرنے والے خاوند سے یہ معاملہ کرے تو مجھ کو اس پر کیا بھروسہ۔

جعدہ ہاتھ ملتے رہ گئی' دیکھا آپ نے دُنیا کی بے وفائی اپنا کام نکال کر اُن سے بھی بے وفائی کرگئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کا سپہ سالار عبداللہ بن زیاد تمام رات سوچتا رہا کہ دین سے ہاتھ دھوؤں یا 'رۓ' کی سلطنت چھوڑوں مگر دُنیا نے اُس کو دھوکا دیکر ایسا پھانسا کہ حضرت امام سے جنگ کیا' حضرت امام کے شہید ہونے کے تھوڑے دنوں بعد دوسرا سپہ سالار آیا' وہ عبداللہ بن زیاد کہ جس کے اشارہ پر کئی لاکھ فوج ناچتی تھی اور اُس کی وہ حکومت وحشمت اور وہ مال ودولت سب جہاں کی وہاں رہ گئی' عبداللہ بن زیاد کا سر کاٹ کر دوسرے سپہ سالار کے سامنے لاکر رکھا گیا۔

ہوگئی دُنیا بس اتنے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے بگاڑ' اس کے رسول سے بگاڑ' آخرت تو گئی ہی تھی' دُنیا بھی نہ ملی' ملک 'رۓ' کی سلطنت کی آرزو دل کی دل ہی میں رہ گئی' دُنیا نے بے وفائی کرکے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا:

ہے یہی دُنیائے دوں کا ماجرا — اس سے ہرگز دل نہ تو اپنا لگا
عیش دُنیا ہے بہت ناپائدار — باغ میں گا ہے خزاں ہے گہ بہار
تو اماں، ہیں شادی وغم اے پسر — خاک ان دونوں پہ ڈال ان سے گذر
دِل لگا اس سے کہ جو ہو بے زوال — شادی وغم پر جہاں کے خاک ڈال

دُنیا کی بے وفائی نظر نہ آنے کی وجہ : جب دُنیا ایسی ہے تو اُس کی خرابی کو ہر شخص سمجھنا چاہیے تھا۔ کیا بات ہے کیوں ایسی غفلت ہے، کیوں اس دُنیا کی بے وفائی نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دُنیا نے آنکھوں پر سات پردے ڈال دیئے ہیں اس لئے دُنیا کی بے وفائی نظر نہیں آتی۔ جس کو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ (پ۳ ال عمران)

لوگوں کی (بناوٹ) اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اُن کو (دنیا کی) مرغوب چیزیں یعنی (مثلاً) بی بیوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ وابستگی بھی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ یہ تو) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں۔

ارشادِ خداوندی کی تفصیل:

۱۔ ﴿حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ﴾ پہلا پردہ۔ عورتوں کے لئے مرد مردوں کے لئے عورتیں ہیں۔ ایک دوسرے کی محبت میں اللہ اور اس کے رسول سے بگاڑ کرنے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کا نمونہ جعدہ کو دیکھو کہ یزید کے لئے کیا کر گزریں۔

۲۔ ﴿وَالْبَنِيْنَ﴾ دوسرا پردہ۔ اولاد کی محبت ہے جن کے واسطے انسان اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا۔

۳،۴۔ ﴿وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾ تیسرا و چوتھا پردہ ۔ مال و دولت، روپیہ، اشرفی ہے۔ اس کی محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کی بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ ﴿وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ﴾ پانچواں پردہ ۔ عمدہ عمدہ گھوڑے

۶۔ ﴿وَالْاَنْعَامِ﴾ چھٹا پردہ ۔ گائے، بیل، بھینس

۷۔ ﴿وَالْحَرْثِ﴾ ساتواں پردہ ۔ عمدہ عمدہ کھیت اور باغ، اسی میں سلطنت بھی داخل ہے۔

جب یہ پردے آنکھوں کے سامنے پڑ جاتے ہیں تو پھر کچھ نہیں سوجھتا۔

دیکھو، یزیدیوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

خود رسول اللہ ﷺ کے وقت کے کفار کو دیکھو یہی سات پردے پڑے ہوئے تھے، آفتابِ نبوت نکل آیا تھا مگر شب پروں کو ان پردوں کی وجہ سے کچھ نہ سوجھا۔

جو سمجھ دار متقی ہیں اُن کی آنکھوں سے یہ پردے اُٹھ جاتے ہیں تو پھر جو دُنیا کی محبت میں پھنسا تھا اب وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں پھنس جاتا ہے۔

باب سوم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پہلی فصل

اسم مبارک ولقب وکنیت وحلیہ شریف : اگر آپ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہوں تو آؤ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا سردار

دکھاتا ہوں جن کا اسم مبارک **علی** (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام مبارک منہ کا مقصود اور زبان کی زینت ہے۔ آپ کا نام مبارک دِل کو آرام دینے والا اور جان کو راحت دینے والا ہے۔

آپ کا لقب امیر النحل، بیضتہ البلد، یعسوب الدین، حیدر کرار، اسد اللہ الغالب اور آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوتراب ہے۔

آپ کا حلیہ شریف دکھانا چاہتا ہوں تا کہ آپ تصور جمائیں تو کیا عجب ہے کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متبرک صورت نظر آ جائے۔

آپ لانبے قد کے نہ تھے، آپ کی آنکھیں بڑی اور پتلیاں سیاہ تھیں، آپ کا چہرۂ مبارک نہایت خوبصورت گویا چودھویں رات کا پورا چاند تھا۔ آپ کے سَر پر بال کم تھے مگر ڈاڑھی کے بال کثرت سے تھے، آپ کی نازک گردن دیکھنے والوں کو بالکل چاندی کی ڈھلی ہوئی صراحی معلوم ہوتی تھی۔

مقام ولادت : جب آپ کی والدۂ محترمہ کو دردزہ شروع ہوئے تو ابوطالب انھیں بیت اللہ شریف کے اندر لے گئے، وہاں نہایت سہولت سے زچگی ہوئی، اس لحاظ سے آپ کا مقام ولادت اندرون کعبہ مکرمہ ہے (مولود کعبہ)۔

آپ کا یوم ولادت جمعہ، تاریخ دس ماہ رجب اور سنہ ۱۰ عام فیل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا : عبداللہ بن عبداللہ، انس بن مالک، زید بن ارقم، سلمان فارسی اور ایک جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ بچوں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ نبی ﷺ دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور میں سہ شنبہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوا' صرف ایک ہی شب درمیان ہے۔

دوسری فصل

مناقب وفضائل

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن کی محبت ایمان کی علامت اور بغض کفر کی علامت ہے۔

حدیث شریف : ایک روز حضور ﷺ' امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑے اور فرمائے جو مجھ کو دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں کو دوست رکھے اور ان دونوں کے ماں اور باپ کو دوست رکھے تو' کل قیامت کے روز فردوس اعلیٰ میں میرے ساتھ رہے گا۔

حدیث شریف : ایک روز حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' تشریف لائے' حضور ﷺ نے اُن کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اسوقت حاضر تھے عرض کئے یارسول اللہ ﷺ کیا اُن کو آپ دوست رکھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں چچا میں علی کو بہت دوست رکھتا ہوں' میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ اُن کو اور کوئی دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کی اولاد اُس کی پشت میں رکھا ہے مگر میری اولاد علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پشت میں ہے۔ اس کے بعد آپ نے دُعا فرمائی: الٰہی دوست رکھے اُس کو جو علی کو دوست رکھتا ہے اور دشمن ہو جائے اُس کا جو علی کا دشمن ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گئے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کئی خربوزے خریدے جب ہم سب مل کے مکان پر واپس ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک خربوزہ تراشے اور چکھے تو وہ کڑوا تھا، آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بھائی، اس کو پھیر آؤ میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں۔

حدیث شریف : حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے علی تمہاری محبت کا عہد ہر ایک آدمی اور درخت سے لیا گیا ہے جس نے اس عہد کو قبول کیا اور تمہاری محبت کو دل میں جگہ دی وہ شیریں اور پاک ہوا اور جس نے تمہاری محبت کو قبول نہ کیا وہ خبیث اور کڑوا ہوا۔ اس کے بعد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ کڑوا خربوزہ اسی بیل کا ٹوٹا ہوا ہے جس میں میری محبت نہ تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہجرت کی رات حضور ﷺ کے بستر مبارک پر آرام فرمانا : ہجرت سے ایک روز قبل حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی آج رات مجھے مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم آ گیا ہے۔ اے علی، اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ میرے بستر پر تم لیٹ جانا تا کہ کفار تم کو دیکھ کر سمجھیں کہ محمد (ﷺ) ابھی لیٹے ہوئے ہیں۔ جب تک میں دور نکل نہ جاؤں تم میری چادر اوڑھے لیٹے رہنا ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران) اور وہ (کفار) اپنا سا مکر کئے اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرمایا...... اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوشی سے اس تجویز کو منظور فرمالئے۔ جب رات ہوئی اور خوب اندھیرا ہوگیا تو کفارِ مکہ تلواریں لے کر چو طرف سے حضور نبی کریم ﷺ کے مکان کو گھیر لئے اور اطراف پھرتے تھے کہ حضور ﷺ جس وقت بھی باہر نکلیں آپ کو شہید کر دیا جائے۔

کفار آپس میں یہ باتیں بھی کرنے لگے کہ یہ شخص (یعنی حضور ﷺ) کیسی جھوٹی باتیں کرتا ہے کہتا ہے کہ اے مکہ والو اگر تم میری اطاعت کروگے اور مسلمان ہوجاؤگے تو تم دنیا میں عرب وعجم کے بادشاہ ہوجاؤگے اور آخرت میں عمدہ عمدہ باغ اور میوہ اور خوبصورت عورتیں ملیں گی۔ اگر اطاعت نہ کروگے تو آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ میں جلوگے۔ حضور ﷺ نے یہ سب باتیں سُن کر فرمایا 'نادانو ! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سب سچ ہے'۔

آدھی رات کے وقت دوسرا حکم آگیا کہ پیارے حبیب اب اُٹھئے' یہ سونے کا وقت نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا جبرئیل ! چاروں طرف کفار جمع ہیں میں کس طرح جاسکتا ہوں۔ جبرئیل (علیہ السلام) نے عرض کیا' حضور (ﷺ) سوۂ یٰسین ابتداء سے ﴿فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ تک پڑھیئے اُن کافروں پر لعنت کی دیوار اُٹھ جائے گی۔ حضور ﷺ نے انہیں آیات شریفہ کی تلاوت فرما کر ایک مٹھی خاک پر دَم کیا اور کافروں کی طرف پھینک دیا' وہ ایک مٹھی خاک ستر آدمیوں کے منھ' سر اور آنکھوں پر پڑی۔

مگر عجب طرفہ یہ تھا کہ بجائے تکلیف ہونے کے سب کو غفلت کی نیند آگئی' سب کے سرینوں پر تھے سب سو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ کو یوں صحیح وسلامت نکال لے گیا' یہ ہے ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ اور وہ (کفار) اپنا سا مکر کئے اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرمایا......اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر

بہرحال خاک پڑتے ہی کافر بھی سوئے اور شیطان بھی۔ حضور نبی کریم ﷺ خیر و عافیت سے چلے گئے۔

آنکھوں میں ایک تنکہ یا تھوڑا سا کچرا اگر گر جائے تو سخت بے چینی اور تکلیف ہوتی ہے یہاں پر کفارِ مکہ کی آنکھوں میں مٹھی بھر مٹی جھونکنے پر بھی سب کو آرام کی نیند آگئی، کیا یہ نہیں ہے؟ ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ اور وہ (کفار) اپنا سا مکر کئے اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرمایا...... اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔

مسلمانو! ہم کو وہ سراپا رحمت پیغمبر ملا جن کے غصہ بھرے ہاتھ سے دشمنوں پر خاک پڑتی ہے تو اس خاک سے اُن کو راحت و آرام ملتا ہے۔ بھلا محبت بھرے مبارک ہاتھ مسلمانوں کی دُعائے مغفرت کے لئے اُٹھیں تو خیال کیجئے اُس کا کیا اثر ہوگا۔

الغرض حضور نبی کریم ﷺ اطمینان سے تشریف لے گئے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی چادر اوڑھے آپ کے بستر مبارک پر لیٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام سے فرمایا ہم نے تم کو بھائی بھائی بنایا ہے بتاؤ اب تم میں سے کون اپنی عمر دوسرے کو دینا چاہتا ہے۔ دونوں فرشتوں نے عرض کیا، آپ کا حکم ہوتا ہے تو ہم حاضر ہیں ورنہ سب کو اپنی جان پیاری ہے۔ کسی سے دوسرے کے لئے اپنی عمر دینا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا **علی** رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ اپنی جان اپنے بھائی (حضرت محمد ﷺ) پر نثار کر کے اُن کے بستر پر لیٹ گئے ہیں، تم جاؤ اور اُن کی حفاظت کرو۔

دونوں فرشتے وہاں پہونچے ایک سر ہانے دوسرا پائنتی کھڑے ہو کر رات بھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کرتے، اور یہ کہتے رہے کہ واہ واہ علی تمہاری بھی کیا شان ہے تمہارا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ میں کر رہا ہے کہ دیکھو ہمارے بندے ایسے ہوتے ہیں۔

تیسری فصل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے والوں کی سزا

۱۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے تمام مخلوق حساب دے رہی ہے پُل صراط سے گزر رہی ہے یکا یک میری نظر جو پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حوضِ کوثر کے کنارہ لوگ جمع ہیں اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما حوض کوثر کا پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی سامنے آ گیا اور عرض کیا یا امام مجھے بھی پانی دیجئے مگر مجھے پانی نہیں دیئے' میں حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے پیاس بے حد ہے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما پانی نہیں دے رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تجھ کو پانی کیسے ملے گا' اگر چہ تو محبّ علی (رضی اللہ عنہ) ہے لیکن تیرے محلہ میں ایک دشمنِ علی ہے جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیتا رہتا ہے اور تو اُس کو منع نہیں کرتا' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ آپ جو حکم دیں حاضر ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' یہ چاقو لے اور جا اُس کو مار ڈال' میں خواب میں ہی وہ چاقو لیا اور اُس شخص کو مار ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا' اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جیسے ارشاد ہوا تھا اس کی تعمیل کر دیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حسن اُن کو پانی دو۔ امیر المومنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ کو پانی دیئے' میں آپ کے دستِ مبارک سے پانی لیا مگر مجھے یاد نہیں کہ پیا یا نہیں' اس کے بعد نیند سے بیدار ہو گیا۔ دل پر ہیبت تھی' وضو کر کے نماز پڑھنے لگا۔ جب صبح ہو گئی اس شخص کے گھر سے رونے کی آواز آنے لگی کہ سوتے بچھونے پر اُس کو کسی نے مار ڈالا۔

پولیس آ گئی، اطراف کے بے قصور پڑوسیوں کو گرفتار کر کے لے چلے، میں نے دِل میں کہا سبحان اللہ، کیا خواب ہے کتنا سچا ہے۔ میں اُٹھا اور حاکم اعلیٰ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ کام تو میں نے کیا ہے اور ناحق لوگوں کو کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے اور پورا واقعہ سچ سچ کہدیا۔ حاکم نے کہا جو حضور نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد کے ساتھ بے ادبی کرے اُس کی یہی سزا ہے۔

۲۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاجزادے فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ہشام حاکم مدینہ منورہ ہر جمعہ کو ہم سب اہل بیت کو منبر کے قریب جمع کرتا اور امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان مبارک میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ حسب معمول سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور میں اونگھ رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک شق ہوئی، اس میں سے سفید لباس پہنے ہوئے ایک صاحب برآمد ہوئے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس حاکم کے کہنے سے تمہیں غمگین نہ ہونا چاہیے آنکھ کھولو دیکھو اس کے ساتھ کیا کِیا گیا ہے۔ میں نے آنکھ کھولی، کیا دیکھتا ہوں کہ حاکم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا کہ اچانک وہ بدبخت منبر سے گرا اور مر گیا۔

ناکسے کز جام بغض مرتضیٰ یک جرعہ خورد
دست ساقی فنا زہر ہلاکش می دھد
حال او امروز ازیں نوع است فردا روز حشر
من نمی دانم کہ از خشم الٰہی چوں رہد

جو نالائق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض کے پیالہ سے ایک گھونٹ پیتا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتا ہے) وہ ساقی جو فنا کا پانی پلانے والا ہے اُس کو زہر دیکر ہلاک کر دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کا آج یہ حال ہے کل قیامت میں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے کیسے بچے گا۔

چوتھی فصل

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے خارجیہ فرقہ سے جنگ کی تفصیل

باوجود وعیدوں کے ایک گمراہ فرقہ خارجیوں کا بھی ہوا ہے ان ظالموں کو خواہ مخواہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عداوت ہوگئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ خارجیوں کی خبر دینے کے بہت دنوں بعد یہ فرقہ بنا۔

حدیث شریف : حضور سرور کائنات ﷺ ایک روز کچھ تقسیم فرما رہے تھے بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا کہا یا رسول اللہ (ﷺ) انصاف سے بانٹئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا افسوس اگر میں انصاف نہ کیا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ عرض کیا گیا' اگر حکم ہو تو اُس کی گردن اُڑا دی جائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا کہ اُس کے ساتھ اُس کے ایسے دوست جمع ہوجائیں گے کہ تم اپنی نماز اور روزہ کو اُن کے نماز اور روزہ کے سامنے حقیر جانو گے' یہ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا' وہ اسلام سے ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتی ہے۔ اُن کا افسر ایک ایسا شخص ہوگا جس کا رنگ سیاہ اور اُس کا ایک بازو عورتوں کی طرح پستان کے مانند ہوگا اور اُس پر چند بال بھی ہوں گے جس طرح گھونس کے دُم پر ہوتے ہیں اور وہ دُنیا کے بہترین فرقہ سے مقابلہ کرے گا۔

خارجی فرقہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں یہ فرقہ پیدا ہوا اور آپ سے مخالفت شروع کیا' بالآخر جب نوبت جنگ کی پہنچی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بہت تفہیم کرائے' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ فرقہ راضی نہ ہوا تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس پہنچکر فرمائے کہ کم ازکم اتنا تو کرو کہ تم مجھ سے جنگ نہ کرو' میں بھی تم سے جنگ نہیں کروں گا۔ مگر ظالموں نے اس خوش اخلاقی کی کچھ بھی قدر نہ کی ورنہ ایک بادشاہ وقت کو اتنی نرمی کیا ضرورت تھی؟ الغرض ان لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور یہ ارادہ کرلئے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی دوسری جنگ میں مصروف رہیں تو اس وقت کوفہ پر حملہ کرکے کوفہ لوٹ لیں' اب تو مجبوراً سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی فوجیں لے چلنا پڑا' اس پر بھی آپ نے دوبارہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجکر فہمایش کئے' کچھ تو توبہ کئے' ما باقی جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ آمادہ جنگ ہونے والوں کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوجیں لئے ہوئے نہروان کی طرف بڑھے۔

راہ میں ایک عبادت خانہ تھا وہاں کے پجاری نے کہا' اے مسلمانوں کے امیر ٹھیرو لشکر کو آگے مت بڑھاؤ اس وقت مسلمانوں کا ستارہ گرا ہوا ہے جب یہ ستارہ عروج پر آئے اس وقت جنگ کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ تم کو علم آسمانی کا دعویٰ ہے اچھا بتلاؤ فلاں ستارہ کے سیر کی کیا کیفیت ہے۔ اس پجاری نے کہا میں نے تو آج تک ایسا نام بھی نہیں سنا' اس کے بعد حضرت نے اور چند سوالات فرمائے کسی کا بھی جواب نہ دے سکا حضرت نے فرمایا کہ تم کو علمِ آسمانی کی پوری خبر نہیں ہے۔

اچھا زمین کی چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں' بتلاؤ تمہارے قدم کے نیچے کیا ہے۔
اس نے کہا نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا ایک برتن ہے اس میں اس سکہ کی اتنی اشرفیاں ہیں۔ اُس نے کہا' آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا' اس جنگ میں جو کچھ ہونے والا ہے اُس کی خبر' غیب کی خبریں بتانے والے رسول ﷺ دے چکے ہیں۔
جس طرح اس تمہارے واقعہ کی خبر دیئے ہیں' اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ میرے لشکر کے صرف دس شخص شہید ہوں گے اور خارجیوں کے لشکر کے سب مارے جائیں گے صرف دس بچیں گے۔
اس بچارے کے قدم کے نیچے کھودا گیا تو واقعی ایک برتن میں اسی سکہ کی اتنی ہی اشرفیاں نکلیں جتنے آپ فرمائے تھے وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔
جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کبھی شک نہیں ہوا' میں ہمیشہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتا رہا لیکن خارجیوں کے مقابلہ کے وقت مجھے شک ہونے لگا تھا کہ آپ اس مقابلہ میں حق پر ہیں یا نہیں' کیوں کہ خارجیوں کی صورتیں نہایت مقدس تھیں اور وہ زاہد اور نیک لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ایک روز ایک سوار آیا اور کہا کہ امیر المومنین' مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے 'کَلَّا' ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دوسرا سوار دوڑے ہوئے آیا اور کہا کہ مخالفین نہروان سے آگے بڑھ گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے نہیں بڑھے۔ سوار نے کہا **واللہ** میں اُن کو بڑھتے ہوئے دیکھ آیا ہوں' سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے **واللہ** نہیں بڑھے' اُن کے قتل کی جگہ تو وہی ہے اُس سے آگے کیسے بڑھ جائیں گے۔
جندب کہتے ہیں میں نے دِل میں کہا' اب مجھے موقع ہاتھ آیا ہے کہ آزماؤں کہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہوئی خبر ہے اور دِل میں یہ عہد کیا کہ اگر مخالفین نہروان سے بڑھ گئے ہیں تو پہلا شخص میں ہوگا جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں گا اور اگر نہیں بڑھے ہیں تو پہلا شخص میں ہی ہوں گا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر حملہ کروں گا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ویسا ہی پایا جیسا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا...... مخالفین کا ایک سپاہی بھی نہروان سے آگے نہیں بڑھا تھا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ میرا شانہ ہلا کر فرمائے' جندب اب تو ہمارا حق پر ہونا تم کو معلوم ہوا۔ میں نے کہا' بیشک امیرالمومنین آپ حق پر ہیں۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔

صبح ظفر از مشرق انوار برآمد فتح مندی کی صبح نورانی مشرق سے نکلی حاجتمندوں
اصحاب غرض را شب سودا بسر آمد کے لئے اندھیری رات آخر ہوئی۔

الغرض سیدنا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو فتح ہوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی پورا ہوا اور حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طرف کے صرف دس شخص شہید ہوئے باقی سب سلامت رہے اور مخالفین کے سب مارے گئے' صرف دس اشخاص نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذوالثدیہ (وہی شخص ہے جس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ کے پیشن گوئی میں اُوپر آچکا ہے) کو ڈھونڈو' رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اس جنگ میں وہ مارا جائے گا بہت کچھ ڈھونڈا گیا مگر وہ نہ ملا' آپ نے فرمایا' اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا' نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اس جنگ میں اُس کا مارا جانا ضروری ہے پھر ڈھونڈو' دوبارہ ڈھونڈا گیا تو وہ چالیس مُردوں کے نیچے دَبا ہوا ملا۔ سب نے دیکھ لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے جو سنا تھا وہ سب کچھ سچ ہوا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتح کی خبر کوفہ میں کون پہنچائے گا۔

ابن ملجم نے کہا امیر المؤمنین میں پہنچاتا ہو۔ حضرت نے فرمایا جاؤ تم اپنا کام کرو۔

فتح کی خوشی میں ہر ایک نے کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کیا' ابن ملجم نے بھی ایک قیمتی تلوار پیش کی' سیدنا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اُس سے منہ پھیر لئے اور اُس کا قیمتی تحفہ قبول نہ فرمائے' ابن ملجم نے تنہائی میں کہا امیر المؤمنین سب کے تحفے قبول فرمائے میرا تحفہ کیوں قبول نہ ہوا حالانکہ میں نے وہ تلوار پیش کی تھی جس کی عرب میں نظیر نہیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمائے میں تجھ سے یہ تلوار کیسے لوں جبکہ اسی تلوار سے تو اپنا مقصد مجھ سے حاصل کرنے والا ہے۔

یہ سنتے ہی ابن ملجم زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور عجز وانکساری سے عرض کیا یا امیر المؤمنین آپ میری نسبت ایسا خیال نہ فرمائیں' میں آپ کے عشق میں وطن اور گھر دار چھوڑ کر آپ کے قدموں میں پڑا ہوا ہوں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہونے والی بات ہے کیا کیا جائے۔ ابن ملجم نے کہا امیر المؤمنین آپ کے سامنے کھڑا ہوں میرے دونوں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیجئے۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی کوئی ایسی بات ہوئی ہی نہیں' میں کیسے قصاص کا حکم دوں...... مگر مخبر صادق (ﷺ) نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہونے والی ہے۔

پانچویں فصل

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم نے ایک عورت سے عشق کی وجہ حضرت کو شہید کیا' اُس عورت کی مناسبت سے اس فصل میں ابتدا بطور تمہید ہر عورت سے نفع وضرر کو اور اُس کے بعد ابن ملجم کے عشق اور حضرت کے شہید کرنے پر آمادگی کو بیان کیا گیا ہے۔

عورت کا نفع وضرر

بعض چیزیں ایسی ہیں جو مثل سنبل کے زہر ہی زہر ہیں جیسے شراب سینڈھی وغیرہ اور بعض چیزیں مثل سانپ کے زہر بھی ہیں اور تریاق بھی۔ اللہ تعالیٰ کا دوست ایسی چیزوں سے تریاق لیتا ہے اور شیطان کا دوست زہر لیتا ہے۔ ان چیزوں میں جو زہر اور تریاق ہیں ایک عورت بھی ہے۔ عورت زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔

عورت کا زہر

عورت کے لئے اور عورت ہی کی سُن کر مَرد وہ وہ کام کر گذرتا ہے جس سے دین برباد ہو جاتا ہے نہ کرنے کے گناہ کرتا ہے۔
عورت ہی کی خاطر حرام کمائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
عورت کی وجہ سے نہ اللہ کا خیال رہتا ہے نہ رسول کا۔
عورت کی فرمائش پوری کیئے بغیر چین نہیں آتا۔

عورت کا تریاق

عورت کی وجہ سے آنکھ اور دِل کی حفاظت ہوتی ہے۔ جس کو عورت نہ ہو وہ بدنظری میں تو ضرور مبتلا ہو گا' اگرچہ شرمگاہ کو بچائے مگر دل کو شہوت کے وساوس سے نہیں بچا سکتا' نماز پڑھ رہا ہے دل میں جماع کے وہ وہ خطرات آرہے ہیں کہ کسی کے سامنے کہتے ہوئے شرم آئے۔
جس طرح مخلوق زبان کی باتیں سنتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ دل کی باتیں سنتا ہے' کتنی شرم کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور جماع کی باتیں کر رہے ہیں۔

عورت رہنے سے ایسے خطرے دل میں نہیں آتے' یہ عورت کا تریاق ہے۔
عورت خانہ داری کے امور سنبھال لیتی ہے مَرد کو دینی و دنیوی امور طے کرنے کی فرصت ملتی ہے۔ یہ بھی عورت کا ایک تریاق ہے۔

عورت کے زہر سے بچاؤ

حدیث شریف : سید عالم رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورت سے نکاح ان چار وجوہ سے کیا جاتا ہے: مال' جمال' حسب' دین

تم عورت سے نکاح اس کی دین داری دیکھ کر کرو۔ مال' جمال' حسب کا خیال مت کرو۔ دین دار عورت سے تم کو تریاق ہی تریاق ملے گا' زہر نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کا دوست عورت سے تریاق لیتا ہے شیطان کا دوست عورت کے زہر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اگر آپ ایسا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ شیطان جس کا دوست ہو' اللہ تعالیٰ کو چھوڑا ہوا ہو' گمراہ ہو گیا ہو' دُنیا کے کیچڑ میں اس کے نشہ پر لت پت ہو گئے ہوں' نفس وشیطان کا اس پر غلبہ ہو گیا ہو' اللہ تعالیٰ کا کچھ خوف نہ رہا ہو' نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑھ گیا ہو' اور اُس پر عورت کا زہر چڑھ گیا ہو تو سنو...... وہ ابن ملجم شقی ہے۔

ابن ملجم کی نسبت سید دو عالم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علی کیا میں بتلاؤں کہ لوگوں میں سب سے بڑا بد بخت کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کئے فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ...... حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' سب سے بڑے بد بخت دو شخص ہیں۔

ا۔ اگلے لوگوں میں وہ شخص جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا' جس کے باعث سب پر عذاب آ گیا۔

۲۔ اور میری اُمت میں وہ شخص بہت بڑا بد بخت ہے اے علی جو تمہارے چہرہ اور ڈاڑھی کو تمہارے خون سے رنگے گا۔

یہ فرما کر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر اور چہرہ مبارک پر پھیرا۔ ہائے ابن ملجم کمبخت تجھ پر عورت کا کیا زہر چڑھ گیا تھا کہ تو نے ایک عورت کی نجس شرم گاہ کے لئے پاک ومقدس ذات اور اللہ تعالیٰ کے تمام دوستوں کے سردار کو ارے ظالم تو نے شہید کر دیا' کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔

ابن ملجم کے عشق کی ابتداء

غرض ابن ملجم فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے کوفہ آیا اور کوفہ کے تمام محلوں میں فتح کی خوشخبری سنا رہا تھا کہ اس کا گزر ایک ایسے محلّہ سے ہوا جس کے ایک گھر میں گانے بجانے کی آواز آرہی تھی۔ ابن ملجم اس گھر کے دروازہ پر کھڑا اللہ کے عذاب سے ڈرا رہا تھا کہ اس گھر سے بناؤ سنگھار کئے ہوئے چند عورتیں نکلیں ان میں ایک عورت ایسی تھی جس کا حسن و جمال تمام عرب میں مشہور تھا اس کا نام قسطام تھا۔ ابن ملجم کی نظر اس پر پڑتے ہی اس کا عاشق زار ہو گیا۔ محبت کی بجلی چمکی' صبر ہاتھ سے جاتا رہا۔ ابن ملجم قسطام کے نزدیک آکر کہا پیاری نازنین سچ بتا تو کس قبیلہ کی ہے۔ اس عورت نے بتایا کہ وہ خارجی ہے جنگ نہروان میں اس کے باپ بھائی اور دیگر بارہ قرابتدار مارے گئے ہیں۔ ابن ملجم نے پوچھا تو بے شوہر ہے یا تیرا شوہر موجود ہے۔ قسطام نے کہا خاوند نہیں ہے۔ ابن ملجم نے کہا میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ قسطام نے کہا میں اپنے قرابتداروں سے مشورہ کر کے جواب دیتی ہوں۔ تم گھر میں آؤ' ابن ملجم کو اندر بلا کر بٹھایا اور خود طرح طرح سے آراستہ ہو کر سامنے آئی اب تو ابن ملجم لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ابن ملجم نے کہا کہو کیا کہتے ہو۔ قسطام نے کہا نکاح کے لئے

سب راضی ہیں مگر مہر بہت بھاری ہے۔ ابن ملجم نے کہا کیا مہر ہے۔ قسطام نے جواب دیا تین چیزیں۔ (۱) تین ہزار روپیہ نقد (۲) خوبصورت گانے والی باندی (۳) علی بن ابی طالب کا قتل...... جس دن (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو تم شہید کرو گے اسی دن تمہارا ہمارا نکاح ہے۔ ابن ملجم نے کہا روپیہ اور باندی منظور مگر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا شہید کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ اے قسطام حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو تو نے کیا سمجھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہسوار مشرق ومغرب ہیں اور عرب کے تمام پہلوانوں کو نیچا دکھانے والے ہیں۔ جب وہ تلوار ذوالفقار اپنے میان سے نکالتے ہیں تو کوہ قاف پر بھی لرزہ پڑ جاتا ہے۔ جب وہ ہاتھ سے نیزہ ہلاتے ہیں' دلیروں اور پہلوانوں پر ایک بلا آ جاتی ہے۔

قسطام نے کہا اچھا میں روپیہ اور باندی معاف کرتی ہوں' صرف علی (رضی اللہ عنہ) کا شہید کرنا میرا مہر ہے۔ اگر میرا وصال چاہتے ہو تو یہ کام کرو۔

ہائے کمبخت ابن ملجم تجھ پر یہ بہت نازک وقت ہے' عورت کا زہر تجھ پر چڑھ رہا ہے آخرت کے برباد ہونے کا وقت ہے۔ ابن ملجم خود بھی اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہائے کیا میں اس شہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مارنے کے لئے آیا تھا کاش میرے آنے کی گھڑی کو آگ لگ جانا تھا' میں نہیں آنا تھا' مگر کیا کروں اب میرا دل قسطام کا ہو گیا ہے جو ہو سو ہو' کہہ کر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی شرط منظور کر لیا۔

قسطام نے کہا تمہاری مدد کے لئے اور بھی چند لوگوں کو ساتھ دیتی ہوں' جلد اس کام کو پورا کرو۔ ظالم ابن ملجم نے اپنی اس قیمتی تلوار کو جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحفتاً پیش کیا تھا کئی بار زہر میں بجھایا اور موقع تاکتا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تشریف آوری اور خطبہ

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فتح اور نصرت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو کر بہت بلیغ خطبہ دیا' منبر کے سیدھے طرف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تھے اُن سے فرمایا بیٹا اس مہینے کے کتنے دن گزرے' شاہزادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا امیر المومنین ماہ رمضان المبارک کے تیرہ دن گذر چکے ہیں' بائیں طرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے بھی فرمایا بیٹا' اس مہینے کے کتنے دن باقی ہیں۔ صاحبزادہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' امیر المومنین رمضان المبارک کے سترہ دن باقی ہیں۔

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ' نے ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اس ماہ میں میری ڈاڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگین ہونا ہے۔ اس کے بعد آپ اس قدر روئے کہ ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی' تمام مجلس بھی رونے لگی' پھر فرمایا لوگو! تم سمجھتے ہوں گے کہ میں موت سے ڈرتا ہوں' نہیں نہیں...... میں تو ہمیشہ موت کا آرزومند رہا ہوں۔ اکثر شہادت کا انتظار رہتا ہے۔

مرگ مارا زندگی دیگر است	ہماری موت سے ایک دوسری زندگی شروع ہوتی
زہر مرگ از شہد شیریں خوشتر است	ہے موت کا زہر شہد سے زیادہ شیریں و بامزہ ہے

(اس شعر میں شہداء کی حیات کے طرف اشارہ ہے)

مرگ سازو مغز را صافی زپوست	موت سے چھلکہ نکل جاتا ہے صرف مغز ہی مغز
تارساند دوست رانزدیک دوست	باقی رہتا ہے اس لئے کہ موت دوست کو دوست

کے پاس پہنچادیتی ہے

اس کے بعد حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ' نے ارشاد فرمایا:

صاحبو ! کیا آپ کو میرے رونے کی وجہ معلوم ہے۔ میں اپنے مظلوم جگر گوشہ حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کے لئے روتا ہوں یہ ایک تو مسافرت میں ہیں اب عنقریب ان پر یتیمی بھی آنے والی ہے۔

اے حاضرو! غائبوں کو پہنچاؤ کہ جب میرے بچوں کے شہید ہونے کی خبر پہنچے رسول اللہ ﷺ کے فرزندوں کے شہید ہونے کی خبر پہونچے تو روؤ تمہارا رونا اللہ تعالیٰ کے غضب کو کم کرے گا۔

آج ان شہیدوں کے لئے جو غمگین ہوگا کل اُس کو اندازہ سے زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔

اے عزیزو حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کی حالت کو یاد کرو۔ اُن کے لب شیریں دشمن کے زہر سے سبز ہو گئے ہیں۔ حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کے شہید ہونے کو سونچو' انکے غمزدہ پاک اولاد کے غم کو سونچو' پھر حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی حالت کو سونچو' انکے تشنہ لبی اور خستہ جگری اور زخمی تن اور غم و رنج سے بھرے ہوئے دل کو سونچو' انکے خوبصورت چہرۂ مبارک کو خاک و خون میں پڑا ہوا سونچو۔

قیام کوفہ کے زمانہ میں ایک رات حضرت حسن رضی اللہ عنہ' کے گھر میں افطار فرماتے' ایک رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر میں تین چار لقمہ سے زائد تناول نہ فرماتے۔

لوگ عرض کرتے بھی کہ امیر المؤمنین کچھ زیادہ کھائے تو فرماتے مجھے اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے میں زیادہ کھانے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملنا نہیں چاہتا۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا' امیر المؤمنین اپنے ساتھ محافظ رکھے' ابن ملجم تلوار لئے آپ کے پیچھے پھرا کرتا ہے۔ یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ فرمائے' ہر آدمی کے ساتھ دو محافظ فرشتے ہر وقت موجود رہتے ہیں جو اُس شخص کی حفاظت کرتے رہتے ہیں جب اُس کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ فرشتے ہٹ جاتے ہیں انسان کے زندگی کی

ایک حد ہے وہ اُس کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے وقت سے پہلے کوئی کسی کو مار نہیں سکتا۔

جب ۱۹/ رمضان المبارک کی رات آئی تمام رات آپ عبادت میں مشغول رہے' بالکل نہیں سوئے' بار بار صحن میں آتے' آسمان کو دیکھتے اور فرماتے صدق رسول اللہ واللہ رسول اللہ ﷺ جھوٹ نہیں فرمائے ہیں' پھر میرے قاتل کو میرے مارنے ...... سے کون چیز روک رہی ہے۔

جب آپ کے مسجد جانے کا وقت قریب آیا تو آپ نے تازہ وضو کر کے باہر جانے کا ارادہ فرمایا' گھر میں جو قاز تھے وہ سامنے آئے اور آپ کا دامن مبارک پکڑنے لگے اور آپ کو چھوڑتے نہ تھے کہ آپ باہر تشریف لے جائیں' صاحبزادوں نے چاہا کہ اُن کو علحدہ کریں آپ نے فرمایا اُن کو مت روکو کہ یہ میری جدائی میں رو رہے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ ہمارے دِل ٹکڑے ہو رہے ہیں' حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ میں اس مہینے میں شہید ہونے والا ہوں پھر ایک ایک صاحبزادے اور صاحبزادیوں کو گلے لگا لگا کر رخصت کرنے لگے۔

دَرودِیوار سے الفراق الفراق کی صدا آ رہی تھی سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ:

اسباب باندھ رہا ہوں اور سب سے دل اُٹھا لیا ہوں' پرانے محبت کرنے والوں کو چھوڑ رہا ہوں' وقت آ گیا ہے کہ سارے غموں سے چھوٹ جاؤں' دُنیا کی خوشی اور غمی پر لات مار دوں' کب تک کمینوں کی دل دکھانے والی باتیں سنیں' کب تک اُن کے اور اُنکے مصیبت ڈھانے والے حرکات کی برداشت کریں' جنت کے محل ہمارے لئے آراستہ ہو رہے ہیں' ہم اس دنیا کے قید خانہ میں بڑی محنت سے زندگی بسر کئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لئے مسجد تشریف لے گئے' مسجد میں پہنچ کر اذان دیئے
ابن ملجم مع دو ساتھیوں کے قسطام کے گھر میں شراب پی کر مست پڑا تھا قسطام نے اُس
کو جگایا اور کہا کہ اگر میرا وصال چاہتا ہے تو اس وقت کو غنیمت جان کہ اس وقت
حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں اکیلے ہیں پھر مسلمان جمع ہو جائیں گے موقع ہاتھ سے
جاتا رہے گا۔ ابن ملجم زہر آلود تلوار لیا ہوا اُٹھا اور مع ساتھیوں کے مسجد کے اندر آیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اذان کے بعد مسجد میں تشریف لا کر نماز شروع کئے' پہلے سجدہ سے
اُٹھے تھے کہ ابن ملجم شقی نے تلوار چلائی' اتفاق سے تلوار سر مبارک میں اس جگہ لگی
جہاں جنگ خندق میں زخم آیا تھا ہڈی توڑتے ہوئے سر مبارک کے نیچے تک پہنچ گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کا سخت اور مہلک زخم کھاتے ہی نعرہ مارا فُزْتُ
بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہوگیا۔

اللہ اللہ وہ کیسے لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان دینا اپنے مراد کو پہونچنا
سمجھتے تھے تلوار کی چوٹ پیشانی پر کھا کر خوشی کا نعرہ مارتے تھے مرجانے کو زندہ ہونا
سمجھتے تھے کیسے مبارک لوگ تھے .... اور وہ کیسا ناپکار (بدبخت) تھا جو ایک
عورت کی ناپاک جگہ کے لئے اپنے بزرگوں کو شہید کر کے خوش ہورہا تھا' یہ اور وہ
ایک ہی جگہ کے رہنے والے ایک اللہ تعالیٰ کا دوست تو دوسرا شیطان لعین کا دوست۔

پانچویں فصل

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ' نے جان لیوا زخم لگنے پر جس جذبہ کے تحت
فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ فرمایا اس جذبہ کو سمجھنے کے لئے اس فصل میں حیات النبی ﷺ
حیات الشہداء' حیات عام ارواح پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

ان مباحث کو پیش نظر رکھنے کے بعد حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ارشاد فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ کی حقیقت واضح ہوگی۔

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر جان لینے والا گہرا زخم لگا، جینے کی امید نہیں، تو آپ خوشی کا نعرہ مار کر فرماتے ہیں فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہوگیا۔ یہ کاہے کی خوشی ہے آپ وہ کونسی مراد کو پہونچے۔

صاحبو! کیا آپ نے غور فرمایا اس وقت حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی خوشیاں ہوئیں۔ ایک خوشی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شہدا کی اُخروی حیات :

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴾ (پ۴ ال عمران/۱۶،۱۷) اور (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا (یہ مرے نہیں ہیں) بلکہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں) (اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کو روزی ملتی ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (پ۲۔بقرہ۔۳ع) مسلمانو! تم اپنی حالت پر قیاس کر کے کہیں ہمارے جان نثاروں کو مُردہ کہنے لگو گے وہ مرے نہیں، وہ تو زندہ ہیں۔

راہِ خدا میں جان و مال نثار کرنے والے اور اپنی ہستی کو ہمارے واسطے خاک میں ملانے والے کیا یہ اُن کے برابر ہو جائیں گے جو خواہشات نفسانی میں آلودہ اور لت پت ہیں اور فانی زندگی میں جی رہے ہیں ہرگز ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اس لئے تم اُن کو زبان سے مُردہ مت کہو۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ اور دِل سے بھی اُن کو مُردہ مت خیال کرو۔ غرض زبان اور دل سے ہر طرح اُن کا ادب کرو۔

اُن کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں' مبالغہ نہیں' واقعی وہ زندہ ہیں' زندگی کے سارے آثار مرتب ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (پ۴ ع۱۷ سورہ ال عمران)

اپنے خدا کے پاس اُس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

یعنی عمدہ ہیئت میں ہر قسم کی لذت و آرام حاصل کر رہے ہیں جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں اپنے اعمال سابقہ کی بہار لوٹ رہے ہیں اُن کے اعمال گل و ریاحین اور حور و جنت بن کر اُن کے سامنے ہیں وہ اس سے لذت لے رہے ہیں۔

عالمِ قدس میں ترقی کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجے بڑھ رہے ہیں۔ یہ اُن کی آخرت کی زندگی ہے۔

شہدا کی دنیوی حیات: دنیا میں بھی تو وہ اس اعتبار سے زندہ ہیں کہ جس چشمہ خیر کو انھوں نے دُنیا میں جان دیکر بہایا تھا وہ کبھی بند نہ ہوگا۔

جس درخت پُر ثمر کو انھوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر پرورش کیا تھا اسکے پھل اور پھول کبھی منقطع نہ ہوں گے۔

یزیدیوں کی ہزار زندگیاں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' کے مرنے پر سے قربان' محبان علی رضی اللہ عنہ سچ فرماتا کیا علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے؟ علی نہیں علی کے دشمن مر گئے ہیں' اُن کے ساتھ اُن کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔

حیات شہدا سے متعلق مندرجہ بالا مضمون کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے ذیل میں

حیات النبی ﷺ، حیات الشہداء، حیات عالم ارواح کو کافی تشریح و توضیح کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ موت کیا چیز ہے۔ موت انتقال کا نام ہے کہ روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دو پنجرے ہیں اور پرندہ ایک ہے دونوں پنجروں کے دروازے کھول کر ان کے منہ ملا دیتے ہیں تو پرندہ ایک پنجرہ سے دوسرے پنجرہ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ عالم برزخ میں اسی جسم خاکی کے ہو بہو ایک دوسرا جسم بھی تیار کیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہ جسم خاکی کثیف ہوتا ہے اور برزخ کا جسم لطیف ہوتا ہے، چنانچہ بعض اولیاء اللہ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو کئی جگہ دعوت دی گئی اور سب دعوتوں کا وقت ایک ہی تھا تو آپ ہر مقام پر اسی ایک ہی وقت میں ہر جگہ تشریف رکھتے ہوئے نظر آئے۔ ایک تو یہ جسم خاکی تھا اور دوسرے جو کئی جسم نظر آئے اُن کو آپ عالم برزخ سے کرامتاً لے کر اس عالم میں دکھائی دیئے اور ہم کو خواب میں بھی مردہ کا جو جسم نظر آتا ہے وہ وہی عالم برزخ کا جسم لطیف ہے کہ اس جسم لطیف میں روح جسم خاکی سے منتقل ہو گئی ہے۔ اب خلاصہ موت کا یہ ہوا کہ رُوح خاک کا کثیف جسم چھوڑ کر برزخ کے لطیف جسم میں داخل ہوتی ہے اور یہی موت ہے، بظاہر یہ موت ہر انسان کو ہوتی ہے۔ عوام کو بھی اور شہداء کو بھی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی اس کی نسبت کی جاتی ہے اور یہ تینوں روحیں زندہ ہیں، پھر ان تینوں کی زندگی میں کیا فرق ہے؟ فرق یہ ہے کہ ہر انسان کی روح زندہ تو رہتی ہے مگر اس جسم خاکی کے ساتھ جب تک ہے وہ اعمال کے ذریعہ ترقی اور ثواب حاصل کر سکتی ہے، برزخ کے جسم میں جانے کے بعد عام انسان کی روح کی ترقی بند ہو جاتی ہے، نہ تو وہ برزخ میں کھاتا پیتا ہے اور نہ کوئی عمل

کر کے باطنی ترقی حاصل کرسکتا ہے' اس واسطے کہ یہ دار العمل نہیں ہے' دار الجزاء ہے' گو ہر عام انسان کی روح زندہ ہے مگر کھانا پینا اور باطنی ترقی بند ہونے سے کہا جاتا ہے کہ وہ مرگیا۔ بخلاف اس کے شہیدوں کی رُوح وہ بھی خاکی جسم چھوڑ کر برزخ کے لطیف جسم میں چلی جاتی ہے اسی لئے شہید پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے مگر اعمال کے ذریعہ سے اس کی ترقی بند نہیں ہوئی ہے' جسم خاکی میں جیسے عمل کے ذریعہ سے ترقی کرتے تھے' شہید برزخ کے جسم لطیف میں جانے کے بعد بھی ویسے ہی بدستور ترقی کرتے اور کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں اُن کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں' مبالغہ نہیں واقعی وہ زندہ ہیں' زندگی کے سارے آثار موجود ہیں ﴿يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ (سورہ ال عمران) (اپنے خدا کے پاس اُس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں) عمدہ عمدہ ہیئت میں ہر قسم کی لذت اور آرام حاصل کررہے ہیں جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں' سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسی ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں۔ اپنے اعمال سابقہ کی بہار لوٹ رہے ہیں' اُن کے اعمال گل وریاحین اور حور وجنت بن کر اُن کے سامنے ہیں وہ اُن سے لذت لے رہے ہیں۔ عالم قدس میں ترقی کررہے ہیں۔ اللہ کے قرب کے درجے بڑھ رہے ہیں' یہ اُن کی آخرت کی زندگی ہے۔ بخلاف اس کے رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس جسم مطہر سے نکلی اس لئے آپ پر بھی موت کا اطلاق ہوا' ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ (آپ پر بھی موت آنی ہے اور اُن پر بھی) مگر عالم برزخ میں کوئی ایسا لطیف جسم نہیں تھا جو آپ کی روح مطہر کے لائق ہو' اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظیر نہ دنیا میں ہے نہ عالمِ برزخ میں اور نہ آخرت میں' جب عالمِ برزخ میں

ایسا جسم لطیف نہیں رہا تو پھر اسی جسم خاکی میں روح مطہر کو واپس کر دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کا یہی جسم اطہر اس عالم سے عالم برزخ میں منتقل ہو گیا اور اسی وجہ سے آپ کو حیات النبی ﷺ کہتے ہیں کہ آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں تشریف فرما ہیں۔ چونکہ عام انسانوں اور شہدا کی روحیں عالم برزخ میں دوسرے لطیف اجسام میں منتقل ہوئی ہیں اس لئے اُن سے جسم خاکی کے لوازم بھی ٹوٹ گئے ہیں اُن کی بیبیوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے اُن کی میراث تقسیم ہوسکتی ہے' اس کے برخلاف چونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہی جسم خاکی برزخ میں منتقل ہو گیا ہے اور آپ کے جسم خاکی کے لوازمات منقطع نہیں ہوئے ہیں اس لئے ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا اور آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی' اگر ایسا کیا جاتا تو لازم آتا کہ زندہ کی بیوی سے نکاح کیا گیا' اور زندہ کا مال تقسیم ہوا۔ عالم برزخ کے جسم میں جو لطافت پائی جاتی ہے وہ لطافت حضور ﷺ کے اس جسم خاکی میں بدرجہا زائد موجود تھی' پھر عالم برزخ میں آپ کے لئے لطیف جسم کی کیا ضرورت؟ جیسے عالم برزخ کے جسم کو سایہ نہیں ہوتا' ایسے ہی آپ کے جسم مبارک کو سایہ نہ تھا۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جیسے میں سامنے سے دیکھتا ہوں ویسے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں' کیا کبھی آپ نے کسی کثیف جسم کو دیکھا ہے کہ وہ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہو؟ یہ تو حضور ﷺ کے جسم مبارک ہی کی لطافت تھی کہ آپ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتے تھے۔ آپ کے اس عالم کے جسم کے لطیف ہونے پر معراج شریف کا واقعہ بھی دلالت کرتا ہے' کوئی کثیف جسم ایسا نہیں پہنچ سکتا' جیسا کہ معراج میں آپ کا لطیف جسم کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

کوئی مسلمان کہیں ہو' جب وہ حضور ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو روح اقدس جو

عالم برزخ میں احوال ملکوت کی طرف متوجہ رہتی ہے اور مشاہدۂ رب العزت میں مستغرق ہے سلام کا جواب دینے کے لئے روح مطہر کو مذکورہ حالت سے ایسا ہی افاقہ ہوتا ہے جیسے دُنیا میں وحی کے وقت عالم ملکوت کی طرف مشغولیت ہوتی تھی اور وحی ختم ہونے کے بعد پھر آپ اس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ جو مذکور ہے اس میں رَدَّ رُوْح سے روح مطہر کا جسم سے نکلنا اور سلام کے وقت پھر جسم کی طرف آنا مراد نہیں ہے بلکہ روح اقدس کا استغراق اور محویت سے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا مراد ہے۔ اگر روح اقدس کا جسم سے نکلنا اور پھر جسم میں داخل ہونا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِي کے بجائے رَدَّ اللهُ عَلَى جِسْمِيْ رُوْحِي ارشاد فرمایا جاتا یعنی میری روح کو میرے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔

جب ایسا نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا گیا کہ 'روح میری طرف لوٹ آتی ہے' تو اس کے یہی معنی ہوئے کہ مجھے اُس عالم سے اِس عالم کی طرف افاقہ ہوتا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ کی روح مبارک کا جسم اقدس سے نکلنا اور پھر اسی جسم اقدس میں داخل ہونا اور آپ کا اسی جسم خاکی کے ساتھ اپنی قبر شریف میں تشریف فرما ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی جسم خاکی کے ساتھ عالمِ بالا کو اُٹھا لئے گئے اور آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ اس وقت عالم بالا میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اُٹھا لئے جانے میں حضور اکرم ﷺ کے اسی جسم خاکی کے ساتھ قبر مبارک میں تشریف رکھنے کی نظیر ملتی ہے' رہا روح مبارک کا جسم اطہر سے نکلنا

اور پھر جسم اقدس میں واپس ہونا اس کی نظیر بھی الحمد للہ حضرت ادریس علیہ السلام کے واقعہ میں موجود ہے اور اس واقعہ کی تفصیل ذیل میں تفسیر روح المعانی سے درج کی جاتی ہے:

اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمایا ہے ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ اور ہم نے اُن کو اونچی جگہ اُٹھالیا۔ تفسیر روح المعانی میں حسن بصری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے ﴿مَكَانًا عَلِيًّا﴾ سے مُراد جنت ہے اس لئے کہ جنت سے بڑھکر بلندی کسی مقام کو حاصل نہیں اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام حِسا یعنی اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں پہنچائے گئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے جنت میں اُٹھائے جانے کی تفصیل یہ ہے:
صاحب روح المعانی نے ابن المنذر کی تخریج سے عمر مولی مفرۃ رضی اللہ عنہٗ سے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بڑے پرہیزگار نبی مرسل تھے آپ نے ہفتہ کے سات دنوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا تین دن لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے اور باقی چار دن روئے زمین میں سیاحت فرماتے اور ایسی عبادت شاقہ فرمایا کرتے کہ تنہا آپ کی نیکیاں جو آسمان پر اُٹھائی جاتی تھیں' وہ اس زمانہ کے سارے انسانوں کی نیکیوں کے برابر ہوتی تھیں' حضرت ادریس علیہ السلام کے تقویٰ' عبادت اور نیکیوں کی وجہ سے ملک الموت کو آپ سے ملاقات کا شوق ہوا اور وہ آپ کی سیاحت کے دوران میں آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے خواہش کی کہ اے اللہ کے نبی ! اپنی صحبت بابرکت میں مجھے چند دن رہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا گذارہ میرے ساتھ دشوار ہے لیکن اصرار پر آپ نے اجازت دیدی۔ دو دن تک ملک الموت آپ کی صحبت میں رہے' اُن کے کھانا نہ کھانے اور عبادت سے نہ تھکنے کی وجہ حضرت ادریس علیہ السلام نے اُن سے فرمایا

واللہ ! تم انسان نہیں...... انھوں نے جواب دیا بے شک میں فرشتہ ہوں اور ملک الموت ہوں اور آپ سے لِلّٰہ اور فِی اللّٰہ محبت رکھتا ہوں' یہ سُن کر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دو دنوں میں آپ نے کسی کی رُوح قبض تو نہیں کی؟ ملک الموت نے جواب دیا کیوں نہیں؟ جس کسی کی رُوح قبض کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے میں نے اس کی روح قبض کر دی ہے' اور سچ تو یہ ہے پوری دُنیا میرے سامنے ایسی ہے جیسا کہ آدمی کے سامنے دستر خوان چنا ہو' اور وہ جس چیز کو چاہے کھا لیتا ہو' یہ سن کر حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات اقدس کی قسم دیتا ہوں جس کے سبب تم نے مجھ سے محبت کر رکھی ہے کہ تم میری ایک ضرورت کو پوری کرو' ملک الموت نے کہا یا نبی اللہ! فرمایئے وہ کیا حاجت ہے؟ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ موت کا مزہ چکھوں' پھر آپ میری روح مجھ پر واپس فرما دیں' ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح مبارک کو نکالا اور پھر واپس کر دیا' اس کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کی فرمائش پر آپ کو دوزخ اور جنت دکھائی' جب آپ نے جنت دیکھی اور جنت کی خنکی اور خوشبو اور گل وریحاں دیکھے تو ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت میں داخل کرو کہ میں کچھ کھاوں اور پیوں تا کہ جنت کی طلب اور شوق کا مجھ میں اضافہ ہو جائے...... الغرض حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے میوے کھائے اور پانی پیا' اس کے بعد ملک الموت نے کہا اے نبی اللہ اب تو تمہاری حاجت پوری ہو چکی ہے اب یہاں سے چلو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ جنت میں داخل فرما دیں' حضرت ادریس علیہ السلام نے جنت کے ایک درخت کو پکڑ لیا اور فرمایا میں اب یہاں سے نہیں نکلوں گا اور اگر تم چاہو تو میں تم سے

اس بارے میں مباحثہ بھی کر سکتا ہوں جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت پر وحی نازل فرمائی کہ ادریس سے مباحثہ کرو، ملک الموت نے حضرت ادریس علیہ السلام سے فرمایا اے نبی اللہ! فرمایئے آپ کیا مباحثہ کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (ہر شخص ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنے والا ہے) اور میں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ (تم میں سے کوئی ایسا بشر نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے) اور میں جہنم پر سے گذر چکا ہوں اور اہل جنت کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾ اور جنتی کبھی جنت سے نکالے نہ جائیں گے) تو اللہ تعالیٰ نے جب مجھے جنت میں داخل فرما دیا ہے تو جنت سے کیسے نکل جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت پر وحی نازل فرمائی کہ میرے بندے ادریس نے مباحث میں تم پر کامیابی حاصل کر لی، میرے عزت وجلال کی قسم کہ یہ سب کچھ میرے علم میں تھا تو اے ملک الموت! ادریس کو چھوڑ دو کہ انھوں نے تم پر بڑی قوی حجت پیش کی ہے۔

اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی توصیف اور شان میں جو ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ فرمایا ہے اس کا اقتضاء بھی یہی ہے، علاوہ ازیں تفسیر درمنشور میں بھی ایسی ہی تفصیل کے ساتھ ابن المنذر ہی کی تخریج سے عمر مولی عفرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مرفوع موجود ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح مطہر جسم سے نکالی گئی پھر واپس کی گئی اور آپ اب اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں۔

الغرض اُوپر کے دونوں واقعات سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم بالا میں تشریف فرما ہیں اور حضرت ادریس علیہ السلام کی رُوح مبارک آپ کے جسم اطہر سے نکالی گئی پھر واپس کی گئی اور آپ اس وقت اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں تو اگر سید المرسلین ﷺ کی رُوح مبارک جسم اطہر سے نکل کر پھر جسم اقدس میں داخل ہوئی اور آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں اپنی قبر مبارک میں تشریف فرما ہیں تو کیا تعجب کی بات ہے؟

الغرض یہ شان اور یہ درجہ ہے شہیدوں کا اس کا ملنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

این سعادت بہ زور بازو نیست یہ سعادت زور بازو سے نہیں حاصل ہوتی ہے

تانہ بخشد خدائے بخشندہ جب تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ نہ عطا فرمائے

جب جان لینے والا زخم لگا تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کو معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے یہ مرتبہ دیا' اس لئے آپ نے خوشی کا نعرہ مارا کہ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہوگیا۔

صاحبو! کیا یہ کم خوشی کی بات ہے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ جتنی خوشی منائیں وہ کم ہے۔

دُنیا سے جاتے وقت شہداء کے مراتب : مذکورہ پُرلطف زندگی کا مزہ تو دُنیا سے جانے کے بعد ملے گا دُنیا سے جاتے وقت کا مزہ ہی علحدہ ہے کہ سب کی رُوح عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں' شہیدوں کی روح خود اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دست مبارک سے نکالتے ہیں۔

اس کا مزہ عاشقوں سے پوچھو کہ جس پر جان دیتے تھے اگر وہ خود جان لینے آکھڑا ہو تو اس وقت ایک جان کیا ہزار جان بھی قربان ہیں۔

حکایت : ایک شخص کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہوا' (۹۹) کوڑے مارنے تک تو وہ ہنستا رہا' جب آخری کوڑا پڑا تڑپنے لگا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی اس نے کہا' (۹۹) کوڑوں کے وقت میرا محبوب میرے سامنے تھا' اس مزہ میں کچھ تکلیف نہ ہوئی' آخری کوڑے کے وقت وہ چلا گیا' اس لئے مارے تکلیف کے جان نکل رہی ہے۔

جب محبوب کے سامنے کھڑے ہونے میں اتنا مزہ آیا اگر محبوب خود اپنے ہاتھ سے جان نکال لے تو اس مزہ کو صاحبو کیا پوچھتے ہو۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جان مبارک خود اللہ تعالیٰ قبض کر رہے تھے اس کی آپ کو جو خوشی تھی اس کو ظاہر نہ کر سکے البتہ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہو گیا...... سے اس خوشی کا کسی قدر اظہار فرمائے۔

حکایت : سات مسلمانوں کو کفار نے گرفتار کر لیا اور تجویز ہوئی کہ اُن کی گردنیں مار دی جائیں' اُن میں سے ایک نے آسمان کی طرف جو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ سات دروازے کھلے ہیں' ہر دروازہ پر ایک ایک حُور ہے جب ایک آدمی کی گردن ماردی گئی تو ایک حُور زمین پر اُتری اُس کو اپنے ساتھ لے گئی اسی طرح چھ آدمیوں کا معاملہ گذرا۔ اب ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور ایک حُور رہ گئی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں ہی ساتواں شخص باقی تھا بعضوں نے میری سفارش کی مجھے زندہ چھوڑ دیا گیا' مجھ کو چھوڑتے ہی قدرت کا وہ تماشہ آنکھوں سے چھپ گیا اور وہ حُور یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ اے بدنصیب تجھ کو کس نے روک رکھا اس کے بعد سے میری زندگی وبال ہو گئی ہے۔

یہ ہے شہید ہوتے وقت کا مزہ' حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ سماں تھا اور یہ مزہ مل رہا تھا اس لئے حضرت نے خوشی سے فرمایا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہو گیا۔

شہداء کو یہ مراتب کیسے ملے : صاحبو! کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ درجہ اور یہ فضیلت صرف باتیں بنانے سے مل جاتے ہیں' نہیں نہیں...... اس کے لئے تو بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے جیسا کہ میدانِ کربلا میں حضرت امام مظلوم کے لئے' مخالفوں کا خوف ہے' دشمنوں کا نرغہ ہے' بھوک ہے' پیاس ہے' جان و مال لٹ رہے ہیں' اولاد آنکھوں کے سامنے ذبح ہو رہی ہے' ہر طرح کی ناکامی ہی ناکامی ہے' امام مظلوم نے آرزوں کے درخت کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہے' صرف آرزو ہے تو یہ ہے کہ جس کے لئے یہ سب کچھ ہوا وہ راضی ہو جائے تو بس ہے اب صرف ایک جان رہ گئی ہے وہ بھی قربان کر دوں۔

قربانیاں دس (۱۰) ہیں :

۱۔ قربانی قبول و سعادت : جیسے ہابیل کی قربانی ۔ ہابیل کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا جس سے اُن کو سعادت حاصل ہوئی۔

۲۔ قربانی ردّ و شقاوت : جیسے قابیل کی قربانی ۔ قابیل نے بھی قربانی دی تھی جس کو اللہ تعالیٰ اُن کے شقی ہونے کی وجہ سے رد فرمایا' قبول نہیں کیا۔

۲۔ قربانی قدر و منزلت : جیسے قربانی حضرت عبدالمطلب کی جو رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے لئے کی گئی' اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نذر مانے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اگر دس لڑکے عنایت فرمائیں تو اُن میں سے ایک لڑکے کو قربان کر دوں گا اُن کو اللہ تعالیٰ نے دس لڑکے عنایت فرمائے۔

دسویں حضرت عبداللہ تھے اُن کو بچانے کے لئے (۱۰۰)
اونٹ ایک طرف اور حضرت عبداللہ کا نام مبارک
ایک طرف رکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو (۱۰۰) اونٹ کی
قربانی قرعہ میں نکلی' یہ قربانی حضرت عبداللہ کے قدر
ومنزلت کی وجہ سے دی گئی' اس لئے اس کو قربانی
قدر ومنزلت کہتے ہیں۔

۴۔قربانی شفقت وعنایت — جیسے وہ قربانی جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت
کے لئے بکرا ذبح فرمائے اور فرمائے اَللّٰھُمَّ ھٰذَا
عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ (اے اللہ یہ قربانی محمد (ﷺ)
کی طرف سے اُن کی امت کی طرف سے ہے)
اُمت پر شفقت فرما کر قربانی دیئے ہیں اس لئے اس
قربانی کو قربانی شفقت کہتے ہیں۔

۵۔قربانی فضیلت ومنفعت — حاجیوں کی قربانی ہے جو اُخروی سعادت کی خاطر
منٰی میں جانور ذبح کر کے دی جاتی ہے اس قربانی
کے دینے سے آخرت میں فضیلت اور اُس کا گوشت
کھانے سے دنیا میں منفعت حاصل ہوتی ہے اس
لئے اسکو قربانی فضیلت اور منفعت کہتے ہیں

۶۔قربانی محبت ورحمت — جیسے عامۃ المسلمین کی قربانی جو عیدالاضحیٰ میں بہ
متابعت سنّت ابراہیمی دی جاتی ہے دراصل اس
قربانی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اولاد

کو ذبح کرنا چاہیے تھا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور
بندوں سے محبت ہے کہ اُس نے جانوروں کو اولاد کا
بدل قرار دیکر مسلمانوں کو آتش دوزخ سے بچا کر
قربانی کو اُن کا فدیہ بنایا' اس لئے اس قربانی کو
قربانی محبت ورحمت کہتے ہیں۔

۷۔قربانی قدرت واظہار عظمت سلطنت

وہ موت کی قربانی ہے یعنی میدان حشر میں دوزخیوں
اور جنتیوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت
وسلطنت کو ظاہر کرنے کے لئے موت کو مینڈھے کی
شکل بنا کر ذبح کر دیا جائے گا اس وقت مسلمانوں کو
خوشی اور کافروں کو حسرت وغم رہے گا اس لئے کہ
اس کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی' مسلمان ہمیشہ
راحت میں اور کفار ہمیشہ عذاب میں رہیں گے
چونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت ظاہر ہوگی
اس لئے اس کو قربانی قدرت وعظمت کہتے ہیں

۸۔قربانی کرامت

: جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کہ امتحان کے بعد
باپ اور بیٹے کو اُمت واعزاز سے سرفراز کیا گیا۔
تشریح اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ابراہیم علیہ
السلام اپنے لخت جگر اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنا
چاہے' اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہا السلام کو بچالیا اُن
کے بدلہ جنت کا دنبہ بھیجکر قربانی کرادیا چونکہ اس میں

حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی عزت وکرامت وبزرگی کا اظہار ہے اس لئے اس قربانی کو قربانی کرامت کہتے ہیں۔

۹۔قربانی نفس امارہ : نفس امارہ کو قابو میں لانے کے لئے اوامر ونواہی کی چھری سے (نفس امارہ) کی قربانی کی جاتی ہے یہ نفس امارہ کی قربانی کہلاتی ہے۔

۱۰۔قربانی اہل عشق ومحبت : یہ شہیدوں کی قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، اس قربانی میں ایسی لذت پاتے اور معشوق حقیقی کے مشاہدہ میں ایسا غرق ہوجاتے ہیں کہ کچھ تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی جیسے سیدنا علی مرتضیٰ، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود اپنے کو قربان کردیئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس میں ایسی لذت ملی کہ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہوگیا۔۔فرما کر اس لذت کو ظاہر فرمائے۔

حکایت : مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان عرفات سے منیٰ میں آیا۔ میں نے اُس کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہوکر کہنے لگا الٰہی سب لوگ مالدار ہیں قربانی کررہے ہیں میرے پاس تو کچھ نہیں، ایک جان ہے اسی کو قربانی کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے اُنگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا فوراً گرا اور مرگیا۔

ابن ملجم کی تلوار سَر کاٹتے ہوئے بھیجے تک پہنچ گئی' کوئی دَم میں جان بھی جاتی ہے۔ یہ اہلِ عشق ومحبت کی قربانی ہے جو محبوب پر اپنی جان قربان کردیتے ہیں ایسی قربانی کرنا سب کے تقدیر میں نہیں ہے۔ حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو یہ نعمت غیر مترقبہ ملی' اس کی خوشی میں آپ نے نعرہ مارا : فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب) کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہوگیا۔

میرے دوستو ! جب کسی کو کسی سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ محبوب کے افعال اور اس کے سب کاموں پر راضی رہتا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا محبت کا عمدہ پھل ہے ورنہ محبت میں جھوٹا ہے۔ سچے عاشق کی تو یہ علامت ہے کہ صرف اپنے محبوب ہی سے کام رکھے' اُن کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ اگر وہ لطف کرکے نزدیک بلائیں تو اُن کی مہربانی ہے' اگر بہ قہر دور کردیں تو اُن کی مرضی ہے...... بلکہ ہزار مرتبہ معشوق اس کو نکالے وہ اس کا کوچہ نہ چھوڑے ہزار طرح دامن چھڑائے وہ اس کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دے۔ اگر چلے تو اسی کی طرف' اور اگر بھاگے تو اسی کی طرف' ہزار طرح معشوق منہ چھپائے وہ ان کے دیدار کی خواہش نہ چھوڑے۔ جب تک جمال نہ دکھائے اس کے کوچہ سے نہ ہٹے بلکہ اُن کے قہر میں زیادہ لطف پائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر جس روز فقر وفاقہ اور مصیبت وبلا نہ آتی تو آپ فرماتے' کیوں پیارے' کیا غفلگی ہے کہ آج کوئی بھی مصیبت نہ دیئے۔ مصیبت تو عاشقوں کا حصہ ہے۔ محبوب اگر ہزار بار وار پر کھینچے اور اپنی بیزاری کا اظہار کرے تب بھی اُن کا دَر نہ چھوڑے۔

اسی لئے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوا : اے موسیٰ میرے قہر کو دوسرے کی محبت سے بہتر جان۔ بلا ومصیبت میں میرا دامن نہ چھوڑ

اے موسیٰ! تم تو ہوشیار اور جوان ہو' کیوں میرا دامن چھوڑ و گے۔ دیکھو بے سمجھ بچہ اپنی ماں کا دامن نہیں چھوڑتا' وہ ہٹاتی جاتی ہے یہ اُس کو اور چمٹے جاتا ہے وہ مارتے جاتی ہے اور یہ دامن پکڑتے جاتا ہے۔

ایک روز حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں آرہے تھے کہ ندا ہوئی' شبلی بہ ایں ناپاکی ہمارے گھر آتے ہو' کیا بے ادبی ہے۔ واپس جانے لگے' ندا ہوئی......شبلی ہمارا در چھوڑ کر کہاں جاتا ہے یہ کیا بے پروائی ہے۔ رونے لگے' ندا ہوئی شبلی شکایت کرتا ہے کیسی گستاخی ہے۔ ہنسنے لگے' ندا ہوئی شبلی اتنا بے خوف ہو گیا ہے یہ کیسی نادانی ہے۔

عرض کئے الٰہی ! نہ آنے پاتا ہوں' نہ لوٹ سکتا ہوں' نہ رونے پاتا ہوں' نہ ہنس سکتا ہوں......کیا کروں۔ غصہ سے ارشاد ہوا شبلی' ہمارے اسرار کھلوانا چاہتا ہے' بس خاموش۔ یہ سب امتحان ہیں' اتنا سمجھ کہ کسی حال میں ہم کو نہ بھول۔ ہمارے کسی کام پر اعتراض نہ کر' ہماری قضا پر راضی رہ' ہر وقت ہم کو حاضر و ناظر (علیم و خبیر' شہید و بصیر) جان۔

حکایت : ایک نبی (علیہ السلام) نے دس سال تک فقر و فاقہ اور کھٹل کی شکایت کی' اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایک روز وحی آئی تخلیق ارض وسماء کے پہلے سب کچھ لکھا جا چکا ہے کیا تمہارے لئے اُس کو بدل دوں۔ میری خواہش پر تمہاری خواہش کو مقدم سمجھوں۔ قسم ہے میرے عزت وجلال کی اگر تم نے پھر ایسا خیال کیا تو دفترِ نبوت سے تمہارا نام نکال دوں گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق ساری مصیبتوں کو ہنسی خوشی سے جھیل لیتے ہیں اور دوسروں کو اس طرح بلاتے ہیں:

چڑھا منصور سولی پر پکارا عشق بازوں کو
یہ اُن کے بام کا زینہ ہے آئے جس کا جی چاہے

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب کاری زخم لگا تو اس وقت آپ نے اپنے دل کو دیکھا تو آپ نے اس کو رضا وتسلیم کے مقام پر کامل پایا اس کی اتنی خوشی ہوئی کہ آپ نے خوشی کا نعرہ مارا : فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ کعبہ کے رب کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہو گیا۔

آہ وزاری کا مزہ آدم سے پوچھ — دردزہ کے لطف کو مریم سے پوچھ

جنگلوں میں ٹھوکریں کھانے کا لطف — اور پہاڑوں بیچ ٹکرانے کا لطف

فرش سے تا عرش پھرنے کا مزہ — پوچھ عیسیٰ، موسیٰ، واحمد سے جا

زخم کھا کر خاک وخوں میں لوٹ کر — جان دینا بے خطر باذوق تر

پوچھ اُن سب کا شہیدوں سے ذرا — لذت وکیفیت وذوق ومزہ

زہر سے کلیجہ ٹکڑے ہونے کا لطف حسن سے پوچھ

کربلا کی ریت پر لوٹنے کا مزہ حسین سے پوچھ

ابن ملجم کی تلوار کھا کر سر کے ٹکڑے اُڑنے اور بھیجہ کے پاش پاش ہونے کا لطف ومزہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھو، ہائے کچھ ایسی لذت مل رہی تھی کہ حضرت علی نے خوشی کا نعرہ مار کر فرمایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اللہ (کعبہ کے رب کی قسم میں اپنی مُراد کو پہنچا اور کامیاب ہوگیا...... بلکہ اس مصیبت میں آپ کو وہ لذت مل رہی تھی جس سے آپ بے سدہ تھے۔

کسی کو کسی سے انتہاء درجہ کا عشق ہو اس کی صورت کو ترس رہا ہو اور عاشق عشق میں گھل گیا ہو، معشوق تندرست وتوانا ہو، اتفاق سے معشوقہ اگر اسکو گلے لپٹا لے اور اس زور سے دبائے کہ بیچارے ناتوان عاشق کی ہڈی پسلی گولا ہو رہی ہو مگر عاشق کو کچھ ایسا مزہ مل رہا ہے کہ مزہ کی وجہ سے ذرا بھی تکلیف معلوم نہیں ہو رہی ہے۔ ایسے وقت میں اگر معشوق پوچھے کیوں تم کو تکلیف ہو رہی ہے؟ کیا تم کو چھوڑ کر دوسرے کو گلے لگالوں۔ عاشق کہے گا: دشمن کو یہ نصیب نہ ہوائے معشوق کہ تیرے تیغ سے ہلاک ہوئے، دوستوں کا سَر سلامت رہے کہ اُن پر تو خنجر آزمائے۔

یہی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اگر اُن کو اللہ تعالیٰ فرماتا کہ میں تم کو یہ مرتبہ نہ دے کر دوسرے کو دینا چاہتا ہوں وہ کبھی راضی نہ ہوتے۔

چھٹی فصل

شہادت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ

جراح نے جب زخم دیکھا اپنے سَر سے عمامہ اُٹھا کر پھینکا' کپڑے پھاڑنے لگا اور کہا ہائے کیا کروں تلوار زہر میں بجھائی گئی ہے۔ اس کا نہ کوئی علاج ہے نہ مرہم۔

سب میں واویلا تھا کہ ہائے ایسا مقتدا چلا' ہائے افسوس ایسا پیشوا چلا' ہائے ایسا عالم' ہائے ایسا حاکم عادل چلا' ہائے ایسا امیر' ہائے ایسا امام' ہائے ایسا شریعت کا مشیر' ہائے ایسا ملک کا انتظام کرنے والا چلا۔

صبح کا اجالا ہو رہا تھا آپ نے فرمایا مجھ کو مشرق کی طرف پھیر دو۔ اس کے بعد فرمانے لگے اے صبح صادق تجھ کو قسم ہے اس اللہ کی جس کے حکم سے تو نکلتی ہے کل قیامت میں گواہی دینا جب سے کہ میں نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی نماز پڑھی ہے آج تک کبھی تو نے مجھ کو سویا ہوا نہیں پایا' تیرے نکلنے کے پہلے میں ہوشیار ہو گیا ہوں...... پھر سجدہ کیئے اور فرمائے: الٰہی ! کل قیامت میں جب کہ ہزار ہا پیغمبر حاضر ہوں گے ملائکہ' صدیق' شہداء آپ کے عرش عظیم کو دیکھ رہے ہوں گے اس وقت آپ گواہی دینا کہ جب سے میں نے آپ کے حبیب ﷺ پر ایمان لا یا ہے کبھی اُن کا خلاف نہیں کیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنیں ! آپ کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ آپ نے فرمایا' ٹھیرو وہ ابھی آتا ہے۔

ابن ملجم یہاں سے بھاگ کر اپنے چچازاد بھائی کے گھر گیا' ہتھیار اُتار رہا تھا کہ اس کے چچیرے بھائی نے پوچھا تو پریشان کیوں ہے؟ کیا تو نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کوقتل کیا ہے؟ لا (نہیں) کہنا چاہتا تھا نعم (ہاں) زبان سے نکلا۔ ابن ملجم کا بھائی ابن ملجم کو گریباں پکڑ کر کھینچتے ہوئے مسجد میں لایا' آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: ابن ملجم میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا جو بے وجہ تو نے میرے بچوں کو یتیم کر دیا' اُس نے کہا' کیا کروں امیر المؤمنین جو ہونا تھا ہوا...... حضرت نے فرمایا اُس کو قید رکھو۔ لوگو! یہ ہمارا مہمان ہے اس کے لئے نرم بچھونا بچھاؤ' اچھا مزیدار کھانا کھلاؤ' ٹھنڈا پانی پلاؤ۔

صاحبو! نبی کریم ﷺ کے حکم کی یہ کیا تعمیل تھی کہ جان جاتی ہے جائے مگر نبی ﷺ کے حکم کی آن نہ جائے۔

زخم سے زیادہ خون بہنے سے ضعف ہوگیا' پیاس بہت ہونے لگی' شربت بنا کر حاضر کیا گیا' آپ نے فرمایا: پہلے میرے قاتل مہمان کو شربت پلاؤ' میں بعد میں پیوں گا۔ جب وہ شربت ابن ملجم کے پاس لے گئے اُس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے میرے لئے اس میں زہر ملایا گیا ہے میں نہیں پیتا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے اور فرمائے کمبخت تو بڑا بدنصیب ہے اللہ کی قسم اگر آج تو میرے کہنے سے یہ میرا شربت پی لیتا تو کل قیامت میں حوض کوثر پر میں نہیں پیتا جب تک تجھے پہلے نہ پلاتا مگر میں کیا کروں تو میرے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا۔

مسلمانو! حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اخلاق کو غور سے پڑھو کہ آپ دشمن کے ساتھ بھی کس طرح اخلاق کا برتاؤ فرما رہے ہیں۔

وفات : ماہ رمضان المبارک کی ۲۰/ تاریخ تھی آپ کی حالت زیادہ نازک ہو گئی غشی آئی تو آپ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا رونے لگیں' صاحبزادی کی آواز سن کر آپ نے فرمایا بیٹی خاموش رہو' اس وقت میں جو دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھو گی تو ہرگز رونے کا نام نہ لوگی۔

عرض کیا گیا حضور اس وقت آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا' بہت بڑی جماعت فرشتوں کی ہے اُن کے ساتھ تمام نبیوں کا قافلہ ہے سب سے آگے قافلہ سالار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں مجھ سے فرماتے ہیں علی خوش ہو جاؤ' اب تم بڑے چین و آرام میں بلائے جاتے ہو۔ اس کے بعد آپ نے کچھ وصیت فرمائی منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھی کہ ہمارا قاتل ایک وار چلایا ہے اس لئے اس پر بھی قصاص میں ایک ہی وار چلانا۔ اور کچھ مشک نکال کر دیئے اور فرمائے' سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے جنازہ مبارک کو اس مشک میں بسایا گیا تھا تھوڑی سی بچی ہوئی بطور تبرک میں نے آج کے لئے رکھ لی تھی مجھے کفن دینے کے بعد میرے بدن پر مل دینا۔ پھر آپ نے فرمایا گھر والو ! اب ہم جاتے ہیں السلام علیکم اور حجرہ کا دروازہ بند کروائے تھوڑی دیر کے بعد اندر سے **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہنے کی آواز آئی۔

شاہزادے بے چین ہو کر دروازہ کھولے جب حجرہ میں آئے دیکھے کہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ کی رحمت میں تشریف لے گئے۔

آہ فغاں کہ راحت دل و آرام جان برفت	آہ افسوس کہ دل کی راحت جان کا آرام چلا گیا۔ کیا کہوں کہ شاہ زماں اور تمام جہاں کے قطب چلے گئے' ہر طرف تمام عالم کو غم نے گھیر لیا' اس لئے جو سراپا کرم ہی کرم تھے ہمارے پاس سے چلا گئے۔
شاہ زماں وقدوۂ خلق جہاں ہرفت	
غم شد محیط مرکز عالم زہر طرف	
کاں مرکز محیط کرم زمیاں برفت	

غیب سے آواز آئی سب باہر چلے جاؤ' اللہ کے دوست کو اللہ کے پاس چھوڑ جاؤ۔ پھر آواز آئی' حضرت محمد ﷺ تشریف لے گئے' اُن کے داماد شہید ہو گئے۔ اب اس اُمت کی نگہبانی کون کرے گا۔

غیب ہی سے اس کا جواب ملا' جو اُن کی خصلت پر ہوگا اور جو اُن کی پیروی کرے گا۔

تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھولا گیا تو دیکھے کہ آپ غسل دیئے ہوئے اور کفن پہنائے ہوئے رکھے ہیں، نماز پڑھائی گئی دفن ہو گیا۔

تعزیت : جوق دَرجوق لوگ آکر ملتے اور پوچھتے شاہ زادہ آپ نے امیر المؤمنین کو کیا کیا، امام المتقین کو کہاں چھوڑا، صاحب ذوالفقار کہاں ہیں، شاہ دلدل (گھوڑے کا نام) سوار کہاں ہیں، ہمارا دیس اُجڑ گیا، ہمارا بادشاہ کہاں ہے۔

جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ فرمائے :

عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ	علی مجھ سے ہیں میں علی سے ہوں
اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی	علی تمہارا میرے سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا ہارون کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا

ہائے آج علم وحلم دفن ہو گیا، ہارے ایسا عبادت گذار چھپ گیا، ہائے کیا کیا باتیں یاد کریں، تواضع کو سوچیں، بہادری کا خیال کریں، کیا دنیا اب ایسا زاہد اور تارکِ دنیا دکھا سکتی ہے۔

کرامتوں کو کوئی کہاں تک بیان کرے اور خیبر کا اُکھیڑنا قیامت تک یاد رہے گا۔

ہائے یہ ساری خوبیاں زمین کے نیچے چھپ گئیں، اب ترس وَگے علی (رضی اللہ عنہ) کی پیاری صورت نظر نہیں آئے گی۔ ذرا حضرت حسن حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) کے اُترے ہوئے اُداس چہروں کو دیکھو، نانا کا غم کیا کم تھا، ماں کی جدائی کیا کم تھی، اب تو باپ کا سایہ بھی سَر سے اُٹھ گیا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں۔

نیکوں کے ساتھ بُرائی کا انجام : اللہ کے دوستوں کا جہاں خون گرتا ہے عجب رنگ لاتا ہے وہاں کے آدمی کیا، زمین تک برباد ہو جاتی ہے نبی اسرائیل کو پیغمبروں کے قتل کرنے کا کیا نتیجہ ملا، کوئی قوم اس سے بڑھکر ذلیل نہیں۔

اصحاب رسول اللہ ﷺ کی شہادت نے کفارِ مکہ پر ایسا غضب ڈھایا کہ مکہ میں نام کو کوئی کافر نہ رہا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت نے بنی امیہ کی سلطنت کا ستیاناس کر دیا' دو ڈیڑھ برس کے اندر نہ یزید رہا نہ یزید کی قوم۔

صاحبو ! دیکھیئے کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کے ساتھ کیا کیا' شمع کو اتنی مہلت نہ دی کہ رات گذار کر صبح کر سکے۔ ابن ملجم شقی قصاص میں مار دیا گیا' ہائے کہاں ہے قسطام:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہوئے

دُنیا یوں گئی' آخرت کا یہ حال کہ جو شخص کسی کافر کو ناحق مارے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اگرچہ جنت کی خوشبو (۴۰) چالیس برس کی دوری راہ سے محسوس ہوتی ہے۔ کافروں کے قتل کا یہ عذاب ہے تو سردار اولیاء حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا کیا عذاب ہوگا۔

افسوس اس بدنصیب قوم پر جن کی تلواریں دنیا کے متبرک خون میں رنگین ہوئیں۔ افسوس اس قوم شقی پر جنھوں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو آستانہ رحمت کے سامنے شہید کیا' ان بدنصیب قاتلوں کو جو عذاب نہ ہو وہ کم ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

القاب : سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے القاب یہ ہیں :

سیدۃ النساء العٰلمین' زہرا' عذرا' بتول' خاتون جنت' بضعۃ الرسول' سیدۃ' زاہدہ' طیبہ' طاہرہ' راکعہ' ساجدہ' صالحہ' عاصمہ' جیدہ' کاملہ' صادقہ

ولادت : سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت مبارک نبوت کے پہلے سال میں ہوئی جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی۔

عقد : بوقت نکاح سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۵ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال ۵ ماہ تھی ۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عقد کی تاریخ و دن سنا کر فرمائے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو زر د جواہر اس قدر تھے کہ دیو اور جن سَروں پر جہیز لئے جاتے تھے انھوں نے داماد کو ایک ٹوپی دی تھی جس پر ستّر لعل لگے تھے اور ایک ایک لعل کی قیمت سات دینار تھی ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں تشریف فرما تھے سید عالم حضور نبی کریم ﷺ نے یہ قصہ سنا کر فرمایا علی شادی کے لئے تم کیا سامان تیار کئے ہو' حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور رسول کے سوا کچھ بھی نہیں یا رسول اللہ ! البتہ میرے پاس ایک زِرہ' ایک گھوڑا' اور ایک تلوار ہے ۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا علی گھوڑے اور تلوار کا کام پڑا کرتا ہے علی زرد بیچ ڈالو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زِرہ خرید کر قیمت ادا کی اور زِرہ بھی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نذر کر دیئے ۔ اس قیمت سے حضرت نے ضروری سامان منگوایا۔

ہلدی' مہندی' بی پری کرنے والو! دُنیا بھر کے رسومات ادا کر کے ایمان برباد کرنے والو۔ دو جہاں کے بادشاہزادی کی شادی ہو رہی ہے۔ دلہن کے سَر پر کئی پیوند کی چادر ہے' دلہن کو دیکھ کر رونا آتا تھا' دلہن کے جہیز کی تفصیل یہ ہے کہ کھجور کی چھال چمڑے کے تکیوں میں بھری ہوئی تھی اس کو کسی نے اُٹھالیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سَر پر ایک چکی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک بوریا اور ایک مسواک تھا' ایک لکڑی کا کٹورا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کھڑاویں پہنے دولہا کے گھر آئیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ ایک سلیمان علیہ السلام کی بیٹی کی شادی تھی کہ دولہا کو ستر لعل کی ٹوپی ملی تھی یا ایک میری شادی ہے کہ کچھ بھی نہ ملا' یہ خیال آیا اور نکل بھی گیا۔

ایک زمانہ کے بعد جب کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پیدا ہو چکے تھے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لے گئے' آپ نے وہاں دیکھا کہ ایک فقیر بہت بے ادبی سے ہٹ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ چار ہزار دینار دلا' نہیں تو تیرا پردہ پھاڑتا ہوں۔ حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے جگہ دیکھ اور تیری یہ بے ادبی دیکھ' فقیر نے کہا چار ہزار دینار بجز اللہ تعالٰی کے کون دے گا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تم مدینہ آنا وہاں اللہ تعالٰی تمہیں دے دیں گے وہ فقیر مدینہ شریف آکر ایسے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا جب کہ آپ کے گھر میں چھوٹے چھوٹے بچوں پر فاقہ تھا' حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک باغ تھا اُس کو آپ نے بیچ دیا' اس کے بارہ ہزار دینار آئے' فقیر کو جس قدر دینا تھا دیکر باقی اللہ تعالٰی کی راہ میں خیرات کر دیئے اور خالی ہاتھ گھر میں آئے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فرمائے علی (رضی اللہ عنہ) آپ باغ بیچے اور سب خیرات کر دیئے' اچھا کئے' حسنین کے فاقوں کی بھی کچھ خبر ہے۔ یہ کہہ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ لئے ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے دُنیا کا باغ بیچا ہوں اور اس کے بدلہ جنت میں باغ خریدا ہوں۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فرمائے اچھا کئے مگر بچوں کے لئے کچھ تو لانا تھا۔

اِدھر فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر یہ کہہ رہے تھے اُدھر جبرئیل علیہ السلام دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کئے یا رسول اللہ ﷺ: اللہ تعالٰی

فرماتا ہے بیٹی کے گھر جایئے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے قیدی کو قید سے چھڑایئے۔
حضور ﷺ جب تشریف لائے تو بیٹی کو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑے ہوئے خفا بیٹھی ہیں۔ آپ کی تعظیم کے لئے اسی حال میں دامن پکڑے ہوئے اُٹھیں۔ آپ نے فرمایا فاطمہ' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے قیدی کو چھوڑ دو۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن چھوڑ دیا' نہ فاقہ کا خیال نہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے بھوک کی پرواہ' رو رو کر معذرت کرنے لگیں کہ علی میرا قصور معاف کردو' اللہ تعالیٰ کے پاس آپ میرے قیدی ٹھیرے ہو' علی اب کیا کروں کیسا ہوگا۔ یہ شوہر کا ادب ہے دو جہاں کی سردارنی سے ذرا سا قصور ہوا ہے تو آپ اتنی معذرت کر رہی ہیں۔

بی بیو! خاوند کا بڑا حق ہے۔ خاوند زیادتی بھی کرے تو صبر کرو' شہید کا ثواب ملتا ہے۔

اسی رات خواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز وشاداب باغ ہے اس میں یاقوت کا تخت بچھا ہوا ہے اس پر ایک نورانی صورت عورت بیٹھی ہوئی ہیں' حوریں خدمت میں ہیں اور پیچھے ایک چاندی صورت کی عورت کھڑی تخت پر بیٹھی ہوئی بی بی پر مورچھل جھیل رہی ہے اور یہ کہتی جاتی ہے۔

مرحبا اے بنت احمد مرحبا　　　　مرحبا نور محمد مرحبا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تخت پر بیٹھی ہوئی خاتون سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریب ہوکر فرمایا فاطمہ میں نے باغ بیچ کر اس کی قیمت بھوکوں کو دی اس کے بدلہ جنت میں تمہیں یہ باغ ملا۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فرمائے' علی (رضی اللہ عنہ) یہ مورچل والی بی بی جو باندی کی طرح مورچل ہلا رہی ہیں اُن کو آپ نے پہچانا' علی (رضی اللہ عنہ) بھی

سلیمان علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں جن کی شادی پر آپ کو رشک تھا بڑی آرزوں سے اُن کو میری یہ خدمت ملی ہے۔ کیوں علی (رضی اللہ عنہ) دُنیا کی چار دن کی طمطراق اچھی یا یہاں کی یہ نعمت وعزت۔

صاحبو! خاصانِ خدا کے پاس دُنیا اس طرح ذلیل ہے۔

فضائل سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کون؟ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جو سید عالم حضور نبی کریم ﷺ کو سب اولاد میں زیادہ پیاری تھیں جب وہ آتیں تو حضور نبی کریم ﷺ اُن کے لئے سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ اللہ رے رُتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جن کے لئے نبی کریم ﷺ کھڑے ہو جاتے تھے۔ جن کی شان میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

'سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ' (جنتی عورتوں کی سردارنی)

ابتدائے آفرینش دُنیا کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مراتب :

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت میں بیٹھے ہوئے تھے جبرئیل علیہ السلام آئے اور اُن کو ایک محل کی طرف لے چلے وہ محل سونے چاندی کا' اس کے کنگرے زمرد کے اس میں سبز یاقوت کا تخت بچھا ہوا تھا' اس تخت پر نور کا قبہ اور اس قبہ میں ایک نورانی تصویر جس کے سَر پر تاج' کانوں میں دو جھمکے' گلے میں ہار تھا' حضرت آدم وحضرت حوا علیہما السلام وہ حُسن دیکھ کر حیران ہو گئے اور پوچھے یہ کس کی تصویر ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ہے۔

تاج : اُن کے والد حضرت محمد ﷺ ہار: اُن کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور دونوں جھمکے : دو فرزند حضرت حسن' حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے سَر اُٹھا کر جو دیکھا تو نور سے یہ لکھا ہے:

میں اللہ ہوں میرا نام محمود ہے	یہ محمد (ﷺ) ہیں
میں اعلیٰ ہوں	یہ علی (رضی اللہ عنہ) ہیں
میں فاطر ہوں	یہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ہیں
میں محسن ہوں	یہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں

جبرئیل علیہ السلام فرمائے آدم (علیہ السلام) آپ ان ناموں کو یاد کر لیجئے ایک روز ان ناموں سے کام پڑے گا۔ جب آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے اور تین سو سال تک روتے رہے انھیں اُس وقت یاد آیا......فرمائے

اے رب' اے محمود	محمد (ﷺ) کے صدقہ سے
اے اعلیٰ	علی (رضی اللہ عنہ) کے طفیل سے
اے فاطر	فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے
اے محسن	حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کے واسطے

میرا یہ قصور معاف فرما دیجئے۔ حکم ہوا آدم! ہم نے تمہارا قصور معاف کر دیا' اے آدم یہ ایسے نام ہیں کہ اگر تم قیامت تک کی اپنی اولاد کے لئے ان ناموں کا واسطہ دیکر دُعا کرتے تو ہم سب کو بخش دیتے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قیامت قائم ہوگی ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہلِ محشر اپنے سروں کو نیچا کر لو' آنکھ بند کر لو۔ اس وجہ سے کہ حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گزر رہی ہیں اور آنکھیں اسی طرح بند رکھو جب تک کہ وہ گذر نہ جائیں۔

باوجود اس فضیلت کے کام کے وقت اُن کی یہ حالت تھی کہ منہ سے قرآن شریف تلاوت کرتیں' ہاتھ سے چکی پیستیں' پاؤں سے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا جھولا جھلاتیں تھیں' اور ہاتھوں میں چکی پیسنے سے چھالے پڑھ کر گٹھے آ گئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ' سے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی' آپ

نے کہا بیوی تم حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور کوئی باندی یا غلام حضرت سے مانگ لاؤ' اُن سے کام کاج میں مدد ملے گی۔ خاوند کا حکم بجالانے کے لئے آپ' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ ہوئی۔ اتفاق سے حضور نبی کریم ﷺ گھر میں نہ تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہہ کر چلی آئیں' حضور ﷺ تشریف لانے پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سفارش فرمائی۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمائے' بیٹی! ہم کو دُنیا کے آرام سے کیا کام' اگر تم کہتی ہو تو غلام باندی دیتا ہوں اور اگر کہو تو اس سے بھی اچھی چیز دوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ اچھی چیز ہی دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹی سوتے وقت (۳۳) بار **سبحان الله** ' (۳۳) بار **الحمد لله** اور (۳۴) بار **الله اکبر** پڑھ لیا کرو یہ غلام و باندی سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیاری بندی نے خوشی خوشی اس کو قبول کرلیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان سے خوان اُترا تھا اسی طرح اہلِ بیت اطہار کے لئے بھی خوان اُترا۔ ایک روز حضور اکرم ﷺ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور پوچھے بیٹی کیسے گذرتی ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کئے: میں اور علی (رضی اللہ عنہ) اور بچے تین روز سے کچھ نہیں کھائے۔ حضور نبی کریم ﷺ ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائے: **اللھم انزل علی محمد واھل بیته کما انزلت علیٰ عیسیٰ وامته** اے اللہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی اُمت پر آپ خوان اُتارتے تھے ویسے ہی محمد ﷺ اور اُن کے اہلِ بیت پر خوان اُتار دے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی جاؤ حجرہ میں دیکھ کیا رکھا ہے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حجرہ میں جانے لگیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما چھوٹے بچے بھی اُن کے پیچھے دوڑے' اندر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت برتن ہے اور اُس میں ثرید (گوشت روٹی) گرم گرم موجود ہے اور اس سے بوئے مشک آرہی ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس آسمانی خوان کو باہر لائیں' حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کھاؤ بسم اللہ' حضور ﷺ

حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور صاحبزادے سبھوں نے کھایا۔

سات دن تک صبح و شام اس سے کھاتے تھے مگر ذرہ برابر کم نہ ہوتا تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بچپنا تھا ایک روز اس میں سے بوٹی لئے ہوئے باہر نکلے۔ ایک یہودن نے کہا، اہل بیت یہ خوشبودار گوشت کہاں پائے، مجھے بھی دو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائشی سخاوت ہاتھ بڑھا کر دینا چاہا وہ گوشت اور گھر کا پیالہ سب غائب ہو گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر وہ واقعہ پیش نہ آتا تو زندگی بھر یہ پیالہ اسی طرح باقی رہتا۔ اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا** الٰہی محمد ﷺ کے آل کو رزق گزر کے موافق دے۔

سادات کرام ! اگر آپ کو کھانے کپڑے کی تکلیف ہو تو گھبرا کر ناجائز کام نہ کرنا، یہ تو تمہارے نانا نبی کریم ﷺ کی دُعا کا اثر ہے۔ دُعا میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔ آپ کے جلوے تو آخرت میں دیکھنے کے ہوں گے۔

کام ما از آب مقصد گر تر نہ شد عیب نیست	مقصد کے پانی سے اگر ہمارا حلق تر نہ ہو تو کچھ
زاں کہ اولاد حسینم تشنگی میراث ماست	مضائقہ نہیں، اس وجہ سے کہ ہم حضرت حسین کی اولاد میں ہیں تشنگی تو ہم کو میراث میں ملی ہے۔

ایک وقت حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہا، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا سوکن سے میری فاطمہ کو ایذا ہوگی۔ **یُؤْذِیْنِیْ مَا آذَاھَا** مجھے ایذا دیتی ہے وہ چیز جو فاطمہ کو ایذا دیتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کانپ گئے اور دوسرے نکاح کا ارادہ ترک فرما دیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس شان کی ہیں کہ ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا عورتوں کے لئے کونسا کام بہتر ہے۔ صحابہ میں کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لا کر جو کچھ مجلس میں گذرا تھا وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا۔ عورتوں کے معلومات بڑھانے کا یہ بھی ایک

ذریعہ تھا کہ علمی مجالس میں سنی ہوئی باتیں عورتوں کے سامنے دُھرائی جاتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ عورتوں کے لئے یہی کام بہتر ہے کہ وہ مَردوں کو نہ دیکھیں اور مَرد انہیں نہ دیکھیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوٹ کر حضور نبی کریم ﷺ سے اسی طرح عرض کیا: آپ نے پوچھا' علی تم نے یہ کس سے سیکھا؟ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرض کئے' فاطمہ سے...... حضور نبی کریم ﷺ فرمائے: ''کیوں نہ ہو فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے' فاطمہ جس پر غصہ ہوں اللہ تعالیٰ اُس پر غصہ ہوتا ہے فاطمہ جس سے خوش ہوں اللہ تعالیٰ اُس سے خوش ہوتا ہے''

عاشقانِ حسین' سچ کہنا کیا فاطمہ قاتلانِ حسین سے خوش ہوں گے یا اُن پر غصہ بھرے ہوئے ہونگے' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غصہ اللہ تعالیٰ کو غصہ میں لانے والا ہے وہ ظالم جو قاتلانِ حسین ہیں اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہینگے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے' حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما چھوٹے بچے تھے۔ اتفاق سے امام حسین رضی اللہ عنہ کھیلتے کھیلتے ایک کھجور بن میں نکل گئے جو صالح یہودی کا تھا۔ اس کی نظر جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی' گھر میں لے جا کر چھپا دیا' جب وقت مقررہ پر حضرت حسین نہ آئے تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بے چین ہوگئیں' ستر بار دروازہ تک آئیں اور واپس ہوئیں' کوئی نہیں ملتا تھا جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈھ لائے۔

ہائے ایک لحظہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ ملنے سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے چین ہیں ......کربلا کے واقعہ کے وقت کیسی بے چین ہوئی ہوں گی۔ اسی لئے خواب میں دیکھا گیا کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کربلا کی زمین جھاڑ رہی ہیں' خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ آپ یہ کیا کررہی ہیں تو آپ نے فرمایا کل میرا حسین (رضی اللہ عنہ) یہاں زخمی ہو کر گرے گا میرے حسین (رضی اللہ عنہ) کو کنکر چبھینگے اس لئے جھاڑتی ہوں۔

الغرض سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے بھائی کو ڈھونڈھو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بھی چھوٹی سی جان کھجور بن میں پھر رہے تھے اور پکار رہے تھے یَاحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ یَاقُرَّةَ عَیْنِ النَّبِیِّ اَیْنَ اَنْتَ اے حسین بن علی اے نبی کے آنکھوں کی ٹھنڈک تم کہاں ہو۔

دل ماتمام بردی رخ خود نمی نمائی	میرا دل لے لئے ہو اپنا چہرۂ مبارک نہیں دکھاتے ہو تم کو کہاں
بکجات جویم ای جاں زکہ پُرسمت کجائی	ڈھونڈوں اے جان برادر کس سے پوچھوں میں کہ تم کہاں ہو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہیں سے جواب نہ آتا تھا یکا یک ایک ہرن نظر آئی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یَاظَبِیُّ هَلْ رَاَیْتَ اَخِیْ حُسَیْنًا اے ہرن میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں میرے نانا رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھ سے بات کر اور بتا میرے بھائی حسین (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں بحکم خدا ہرن نے کہا اے نبی (ﷺ) کے نور دیدہ، صالح یہودی نے تمہارے بھائی کو چھپایا ہے۔ اس خزانہ کو اُس کے ویرانے میں ڈھونڈو۔ اس جوہر کو اسکے خزانہ میں تلاش کرو۔

شاہزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، صالح یہودی کے گھر آئے اور فرمایا اے صالح میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لاؤ۔ بچپنے کی بھولی بھالی باتیں فرماتے ہیں، نہیں تو میں اپنی ماں سے کہتا ہوں وہ ایک بدؔدعا کریں تو روئے زمین پر کوئی ایک یہودی بھی باقی نہ رہے گا۔ میرے والد کی تلوار سے اور میرے نانا کی بددعا سے ڈرنا، دیکھ تمام یہودی برباد ہو جائیں گے۔ یہودی نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہاری ماں کون ہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری ماں کو کیا پوچھتا ہے وہ خلاصہ خاندان نبوت ہیں، اے صالح میری ماں وہ ہیں جن کے مہر میں گنہگاروں کا چھٹکارا لکھا ہوا ہے، میری ماں تمام سادات کی ماں ہیں، تمام سعادتوں کا مجمع ہیں، میری ماں وہ ہیں، جب وہ میدانِ قیامت میں آئینگی سارے اہلِ محشر کی آنکھیں بند کروائی جائیں گی جن کا نام مبارک فاطمہ ہے۔

یہودی نے کہا کہ تمہارے باپ کون ہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے باپ شیر یزداں، شاہ مرداں ہیں، جو جنگ میں دو تلواروں سے لڑتے ہیں، دو نیزوں سے

مارتے ہیں' حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ہجرت کی رات اپنی جان آپ پر قربان کر کے آپ کی جگہ سوئے ہیں' اس جواں مردی پر آسمان سے جبرئیل علیہ السلام بھی مرحبا کہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے جن کا نام مبارک علی رکھا ہے۔

یہودی نے کہا کہ تمہارے نانا کون ہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نانا کو پوچھتا ہے تو سُن: میرے نانا وہ ہیں کہ جنھوں نے مکہ معظمہ میں عشاء پڑھی اور پلک جھپکنے تک بیت المقدس اور عرش تک ہو آئے' اللہ تعالیٰ جن کو بار بار سلام کہلا بھیجتا ہے عرش پر بلا کر باتیں کرتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ' ادھر یہ کہتے جاتے تھے اور اُدھر یہودی کے دِل سے کفر دور ہوتا جاتا تھا اور ندامت سے رو رہا تھا۔

گھر میں گیا' حسن رضی اللہ عنہ' کے ہاتھ میں حسین رضی اللہ عنہ کو دیا' دونوں مل کر ماں کے پاس آئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئیں۔ دوسرے دن صالح یہودی اپنی قوم کے ستر اشخاص کے ساتھ مسلمان ہو کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر آیا اور نہایت درد سے رونے لگا۔ اے رسول اللہ ﷺ کی صاجزادی آپ کے حسین (رضی اللہ عنہ) کو میں نے جو ستایا ہے اس سے نادم ہوں' کفر چھوڑ کر مسلمان ہو گیا ہوں' میرا قصور معاف فرمایئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا مگر یہ بچے فاطمہ کے ہی نہیں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی تو تعلق ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی معافی چاہو۔ جہاد سے واپسی کے بعد اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی معافی چاہی' آپ نے فرمایا' میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا مگر یہ بچے حضرت رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشہ ہیں حضور ﷺ سے بھی معافی چاہو۔ یہودی روتا ہوا حضور ﷺ کے پاس گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' میں نے تو معاف کر دیا مگر یہ بچے اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں اللہ سے معافی چاہو۔ اس بے چارہ نے روتے ہوئے جنگل کی راہ لی' سترہ روز روتا رہا' اٹھارویں روز وحی آئی کہ ہم نے اس کا قصور معاف کر دیا' اور اس کا نام دوستوں کے دفتر میں لکھ دیا۔

دوستو ! للہ ذرا سوچو ایک یہودی سے صرف اتنا قصور ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گھر میں چھپایا، نہ طمانچہ مارا نہ گالی دی، پھر اپنے کئے پر نادم ہو کر مسلمان بھی ہو گیا اور اتنا رویا کہ تب کہیں جا کر اللہ تعالیٰ خوش و راضی ہوئے۔

ہائے جن ظالموں نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے لعل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلا کر جگر کے (۷۲) بہتر ٹکڑے کر دیئے۔ ہائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے (۷۲) بہتر تنوں کو وحشیانہ طریقہ سے شہید کر کے خاک و خون میں تڑپائے، ان کا کیا حال ہوگا۔

اے کربستہ بہ خوں زیری اولاد رسول
ہیچت آخر ز خداوند جہاں شرم نہ بود
ہیچ اندیشہ نہ کردی کہ رسول الثقلین
از پے حرمت ایشاں چہ وصیت فرمود
آہ ازاں دم کہ کند فاطمہ از جور تو داد
مصطفیٰ برتو غضبناک وعلی خشم آلود

اے ظالمو ! اولاد رسول کی خوں ریزی کے لئے تیار ہو گئے ہو، کچھ تو تم کو اللہ تعالیٰ سے شرم کرنا چاہیے تھا تم کچھ پروا نہ کئے کہ رسول اللہ ﷺ اُن کی عزت کرنے اور اُن سے محبت کرنے کے لئے وصیت فرمائے تھے۔ آہ اس وقت کو یاد کرو کہ سیدہ فاطمہ تمہارے ظلم کی فریاد اللہ تعالیٰ کے سامنے کریں گے۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ تم پر غضبناک ہونگے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ بھرے ہوئے۔

حضور ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ، کے حلق مبارک پر ایک مرتبہ بوسہ دیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی وفات کے بعد جب کہ نہ علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور نہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ حسن رضی اللہ عنہ ہوں گے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اسی حلق پر جہاں آج آپ بوسہ دے رہے ہیں تلوار چلے گی۔ کربلا کی جلتی ریت پر یہ بچہ خاک و خون میں لوٹتا ہوگا۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ رونے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے کا سبب پوچھے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو سُنا تھا وہ سُنایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے اور روتے ہوئے گھر آئے، سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا رونے کی وجہ پوچھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں حسین (رضی اللہ عنہ) کے لئے روتا ہوں اور سارا واقعہ سنائے۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یارسول اللہ ﷺ میرے بچہ کا کیا قصور ہے کہ بچپنے میں اس پر یہ ظلم ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، فاطمہ بچپنے میں نہیں، نہ جوانی میں بلکہ اُس وقت جب کہ تم رہو گی نہ میں، نہ علی نہ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت رونے لگے اور فرمائے ہائے میرے مظلوم، ہائے میرے شہید، ہائے میرے بے کس، جب باپ ہوں گے نہ ماں نہ نانا ہوں گے نہ بھائی، اس مصیبت میں تیرا کیا حال ہوگا، ہائے میں زندہ رہتی تو تیری مصیبت میں شریک ہوتی۔

یہ سب رو رہے تھے بنی امیہ کی سلطنت قائم ہونے اور یزید وغیرہ کے بادشاہ ہونے کی خبر آنحضرت ﷺ کو دی گئی، اس وقت حضرت کو بیحد رنج تھا اسی وقت سورۂ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ﴾ نازل ہوئی اور یہ بھی معلوم کرایا گیا کہ بنی اُمیہ کی سلطنت اور اُن کے مظالم ہزار ماہ رہیں گے ﴿لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ آپ کو اس رنج و غم کے بدلے ایک شب قدر دی جاتی ہے جو نبی امیہ کے ہزار ماہ کی سلطنت سے بہتر ہے۔

حساب کر کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ بنی اُمیہ کی سلطنت ہزار ماہ رہی۔

ابتلائے انبیاء اولیاء بسیار بود
لیک در عالم ازیں سا ابتلائے کس ندید
چشم گردوں چوں نگرید چونکہ دوران او
چوں بلائے کربلا کرب وبلا کس ندید

انبیاء اور اولیاء پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، اور اس میں اُن کی آزمائش کی گئی، لیکن دُنیا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت اور آزمائش کے جیسا کہیں نہیں دیکھا گیا ہوگا آسمان کے آنکھ کیوں نہ روئے جبکہ اسکے زمانہ میں کربلا کے جیسی مصیبتیں کوئی نہیں دیکھا

در سرائے دہر تا شد رسم ماتم آشکار
ہچو دشت کربلا ماتم سرائے کس ندید
در جہاں زیں صعب تر ہرگز بلائے کس ندید
دل شکن تر زیں عزا ہرگز عزائے کس ندید
تاز بے آبی گلِ باغِ نبی پژ مردہ شد
در سرا بستانِ دیں برگ ونوائے کس ندید

زمانہ میں جب سے کہ غم کرنے کا طریقہ جاری ہوا ہے میدان کربلا کے جیسا غم ورنج کرنے کا موقع کسی نے نہیں دیکھا۔ کسی نے جہاں میں کربلا کی بلا سے سخت اور زیادہ کوئی بلا نہ دیکھی ہوگی۔ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا کربلا کے مصیبت کدہ سے زیادہ کوئی مصیبت کدہ نہ دیکھا ہوگا۔ جب سے نبی کے باغ کا پھول پانی نہ ملنے پژ مردہ ہوگیا ہے۔ پھر دین کے باغ میں بہار کوئی شخص نہ دیکھا ہوگا۔

باب پنجم

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ وہی حسن ہیں جو ایک دفعہ عہد طفولیت میں آنحضرت ﷺ کے دوشِ مبارک پر جب کہ آپ حالتِ نماز میں سجدہ میں تھے سوار ہوگئے تو آپ نے سَر مبارک نہ اُٹھایا تا کہ اپنے پیارے بچہ کو تکلیف نہ ہو۔

اس وقت بھی وہی حسن رضی اللہ عنہ ہیں کہ جن کی جان کے درپے ہیں۔ ہائے حسن (رضی اللہ عنہ) ...... کون حسن؟ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے کاندھے مبارک پر سوار ہیں ایک صحابی نے فرمایا کیا ہی اچھی سواری ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا' سواری اچھی ہے تو سوار بھی تو اچھا ہے۔

ہمہ حُسن وہمہ خلق وہمہ حلم
ہمہ لطف وہمہ جود وہمہ علم
شب از موئے سیاہش تیرہ ماندہ
زرہ لیش ماہ روشن خیرہ ماندہ
کبش قائم مقام حوض کوثر
کہ بودے چشمہ نوش پیمبر
چنا نوشے بہ زہر آلودہ کروند
دلش خون وجگر بہ آلودہ کروند
زِ زہرش چوں جگر شد پارہ پارہ
زغصہ گشت خونین سنگ خارہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ' کو کیا پوچھتے ہو' حُسن میں' اخلاق میں' اور حلم میں' مہربانی کرنے میں' سخاوت میں' اور علم میں' پورے پورے ہم شکل حضرت رسول اللہ ﷺ کے تھے۔

رات کو سیاہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مبارک بالوں سے ملی' اُن کے خوبصورت اور روشن چہرہ کے سامنے چمکنے والا چاند بھی شرما جاتا تھا۔ آپ کے لب مبارک حوض کوثر کے قائم مقام تھے۔ کیوں نہ ہو حضرت پیمبر ﷺ کے لب مبارک کو چوسا کرتے تھے۔ ایسے لبوں کو زہر سے آلودہ کئے۔ جس پر آپ کا دل خون ہوگیا اور جگر کے ٹکڑے ہوگئے۔ زہر سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ سخت پتھر بھی اس واقعہ کے غصہ سے خون ہوگیا۔

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ (سورۃ الرحمٰن)

اسی نے دو سمندر بنا نکالے کہ آپس میں ملتے ہیں (اور پھر بھی) دونوں میں ایک پردہ رہتا ہے کہ (اس سے ایک دوسرے کی طرف) بڑھ نہیں سکتے۔ دونوں (ہی) قسم کے سمندروں میں سے موتی بھی نکلتے ہیں اور مونگے بھی۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ کی پہلی تفسیر : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور علی کے نور کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے پیدا کر کے عرش مجید کے سامنے تسبیح وتقدیس میں رکھا' جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو ہمیں اُن کی پشت مبارک میں جگہ دی' پھر پاک پیٹ اور پاک پیٹھ سے منتقل ہوتے ہوئے ہم دونوں یعنی میں اور علی حضرت عبدالمطلب کی پشت میں آئے' وہاں سے ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے:

نورِ نبوت حضرت عبداللہ سے چلا۔ اور نورِ ولایت حضرت ابو طالب سے۔

حضرت عبداللہ سے میں ہوں۔ اور حضرت ابو طالب سے علی۔

نبوت اور ولایت کی ان دونوں دریاؤں سے برآمدہ موتی اور مرجان حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ کی دوسری تفسیر : ایک دریا طاعتِ الٰہی وقناعت' اور شرم وحیا کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ دوسری دریا سخاوت' شجاعت' کرم' اور جواں مردی کی' زہد وعبادت کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان دونوں دریاؤں میں ایک پردہ تقویٰ کا حائل ہے ہر ایک دریا اپنی اپنی حد پر ہے جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے اپنے حقوق ادا کر رہے ہیں۔ ان دونوں دریاؤں سے موتی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور مرجان صاحبزادیاں نکلے ہیں۔

ایک بچہ کو دیکھا گیا کہ وہ مکہ معظمہ کے حرم میں ریت پر سَر ملتے اور روتے جاتے تھے' شوقِ الٰہی میں بے شدہ تھے' نزدیک آکر جب لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں' انھوں نے کہا تمہارے نانا شافع محشر' تمہارے باپ عالی مقام' تمہاری ماں فاطمہ تم کو کیا ڈر ہے۔

آپ نے فرمایا یہ دربار ماں وباپ کی بزرگی پر ناز کرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں تو فضل کا امیدوار رہنا چاہیے۔

حضرات حسنین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس قدر خاطرداری اور دلجوئی کے باوجود یزیدیوں کا مطلب کیوں پورا ہوا ؟

ایک مرتبہ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما دو تختیوں پر کچھ لکھ کر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ' کے پاس لے آئے اور فرمائے کہ بتلایئے ان دونوں میں سے کس کا خط اچھا ہے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' دونوں کا خط اچھا ہے۔ صاجزادوں نے کہا نہیں...... کچھ نہ کچھ فرق تو ضرور ہوگا؟ آپ نے سونچا کہ اگر ایک کے خط کو اچھا کہوں تو دوسرا آزردہ ہوتا ہے اُن کی آزردگی مجھے منظور نہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا تمہارا فیصلہ فاطمہ کریں گی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس کا فیصلہ تمہارے نانا کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارا تصفیہ جبرئیل کریں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اُن کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل مجھے اُن کی آزردگی منظور نہیں' دونوں تختیاں زمین پر رکھو اور جنت سے ایک سیب لے جا کر ان تختیوں پر چھوڑ دو' سیب جس تختی پر گر کر ٹھیر جائے وہ خط اچھا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے جب جنت کا سیب چھوڑا نیچے گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس سیب کو حکم دیا کہ خبردار دونوں بچوں میں سے کسی کو آزردہ ہونے نہ دے' وہ سیب زمین پر گرنے کے پہلے برابر آدھا آدھا ہوکر ایک ٹکڑا ایک تختی پر اور دوسرا ٹکڑا دوسری تختی پر گرا۔ دونوں شہزادے خوش ہوگئے۔

مومنو ! سونچو' جب اللہ تعالیٰ کو اُن کی اتنی آزردگی منظور نہ تھی' پھر کیا وجہ تھی کہ یزیدیوں کا مطلب پورا ہوا' شمر لعین کا خنجر تین دن کے پیاسے حلق پر کیوں چلا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناقص کو کامل پر قربان کر دیتا ہے۔ فرعون کو موسیٰ علیہ پر' نمرود کو ابراہیم علیہ السلام پر' ابوجہل کو حضرت رسول اللہ ﷺ پر' یزید و شمر کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر قربان کر دیا۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک بہت بڑا مرتبہ دینا چاہتا تھا'

وہ مرتبہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں مل سکتا تھا' اس لئے یزید و شمر کو واسطہ بنایا' یہی وجہ تھی کہ ان کے ہاتھوں سے میدان کربلا میں طرح طرح کی مصیبتیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر آئیں آپ اس کو صبر کر کے راضی بہ رضائے الٰہی رہ کر برداشت کئے' پھر آپ کو وہ مرتبہ ملا جو کسی کو نہیں ملا۔

مقام تسلیم و رضا میں کرامت نہیں دِکھائی جاتی : ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر میں تھے ایک کھجور بن میں پہنچے جو سوکھ گیا تھا' ایک سوکھے درخت کے نیچے آپ کے لئے بستر بچھایا گیا' ساتھیوں نے کہا کاش اس درخت کو کھجور ہوتے تو ہم کھاتے' حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمائے کیا کھجوروں کی خواہش ہے؟ ساتھیوں نے کہا' جی ہاں شہزادے ! دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھے' درخت سبز ہوا' کھجور لگے اور پختہ ہوئے۔

آپ کے ساتھ جو شتربان تھا اس نے کہا' یہ جادو ہے۔ ساتھیوں نے کہا یہ جادو نہیں ہے۔ ارے یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مقبول دُعا کے قبول ہونے کا اثر ہے سبھوں نے ان کھجوروں کو کھایا۔

ہائے پیارے حسن (رضی اللہ عنہ) ! اب زہر سے جگر ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ اب کچھ تو کرامت دکھایئے' چھوٹے بچے آپ کی جُدائی میں تڑپ رہے ہیں' کچھ تو کرامت دکھایئے ...... **واللہ** زہر کیا چیز ہے جو آپ پر اثر کر سکے۔ مگر اُس وقت حضرت امام حسن رضا اللہ عنہ' تسلیم و رضا کے اعلیٰ مقام پر ہیں اس وقت کرامت دکھانا رضا کے خلاف ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو جن مصائب و بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا اُس کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ آپ کو بار بار زہر دیا جاتا تھا' اللہ رے آپ کے اخلاق' اور آپ کا صبر کہ کسی پر آپ ظاہر نہیں کرتے تھے اور جب کبھی زہر کی تکلیف شروع ہو جاتی تو حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک سے جا لپٹتے زہر کا اثر جاتا رہتا۔

مدینہ منورہ کی یہ حالت دیکھ کر شہر موصل میں جا کر تشریف رکھے وہاں بھی ایک اندھے نے اپنی لاٹھی جس میں برچھی لگی ہوئی تھی ٹیکتے ٹیکتے قدم مُبارک پر رکھکر بہت زور سے دبایا کہ گہرا زخم ہو گیا' آپ نے فرمایا یہاں بھی دشمن نہیں رہنے دیتے' چلو پھر مدینہ منورہ ہی چلیں۔
یہ کہہ کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور قبر شریف سے لپٹ کر کہے:

ہے فکر میں ہمارے بھی اب قتل کے یزید ‏ مسجد میں کوفیوں نے پدر کو کیا شہید
اُن کی جفا سے مت ڈرو اللہ سے ڈرو ‏ آئی ندا لحد سے کہ صابر رہا کرو
ہے جائے شکر تم سے ہے راضی بہت خدا ‏ اے میری جاں یاں کی مصیبت کا خوف کیا

جب بار بار زہر دیا جانے لگا تو اپنا گھر چھوڑ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' کے گھر آ رہے۔ جعدہ نے یہاں بھی آ کر صراحی میں زہر ملایا جس سے جگر کے ٹکڑے گرنے لگے اس وقت آپ نے سب کو دلاسہ دیا' اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بھائی اس وقت میرا رنگ کیسا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' بھائی آپ کا رنگ سبز ہو گیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا معراج کی حدیث ظاہر ہوئی' دونوں بھائی مل کر بہت روئے۔

لوگوں نے پوچھا : یا ابن رسول اللہ ﷺ وہ معراج کی حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا آنحضرت ﷺ شب معراج جنت میں جب گذرے تو دو محل نظر آئے جو ایک ہی نمونہ کے تھے مگر ایک زمرد سبز کا تھا جس کی شعاہ نگاہ کو خیرہ کرتی تھی' دوسرا یاقوت سرخ کا جس کی شعاع آفتاب کو بھی شرما دیتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رضوان سے پوچھا یہ محل کس کے ہیں؟ انھوں نے کہا زمرد کا محل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہے اور یاقوت کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ پھر میں نے رضوان سے پوچھا دونوں ایک ہی رنگ کے کیوں نہیں؟ اُس پر رضوان خاموش رہے' میں نے کہا' جواب کیوں نہیں دیتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ شرما رہے ہیں۔ حسن رضی اللہ عنہ کا سبز محل اس لئے ہے کہ انھیں زہر دیا جائے گا اور آخر

وقت اُن کا رنگ سبز ہوگا اور سرخ محل حسین کا اس لئے ہے کہ وہ شہید کئے جائیں گے اُن کے رخسار خون سے سرخ ہوں گے۔

تمام حضار اور دونوں بھائی اس قدر روئے کہ دَر و دیوار بھی رو رہے تھے اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

واللہ اپنے مرنے کا بالکل نہیں الم لیکن فقط حسین کی تنہائی کا ہے غم
بچپن میں اُن کو چھوڑ کر نانا گذر گئے اور بعد چھ مہینے کے اماں بھی مر گئے
بابا ہوئے شہید انھیں مجھ کو سونپ کر ہر وقت بے کسی پر ہے اُن کے میری نظر
سب مستعد ہیں قتل پہ اس نورِ عین کے دشمن ہیں سینکڑوں میرے بھائی حسین کے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ لپٹ کر بہت روئے اور پوچھا کہ آپ کا قاتل کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں نہیں بتلاسکتا' میں جس کو اپنا قاتل سمجھ رہا ہوں اگر وہ وہی ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ خود انتقام لیں گے اگر وہ قاتل نہ ہو تو میں بے گناہ کو کیسے قتل کراؤں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے قریب فرمایا حسن (رضی اللہ عنہ) کا سینہ قاتل کے کینہ سے صاف ہے۔ قیامت کے دن اگر حق تعالیٰ مجھے جنت میں جانے کے لئے فرمائیں گے تو حسن جب تک اپنے قاتل کو نہ بخشوائے گا جنت میں قدم نہ رکھے گا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ نانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کرو کہ ہم کو نانا کے نزدیک جگہ دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' نانی تم پر قربان ہم کو تم سلاتا تھا تم خود جا کر سوتے ہو' نانی بھی قربان جگہ بھی قربان' خوشی سے اجازت ہے۔

مگر افسوس میت سے بھی ظالموں نے دشمنی کی' روضہ مقدسہ کے پاس نہ آنے دیا' بالآخر جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس دفن ہوئے۔

باب ششم

اس باب میں واقعہ شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے تمہید اور دو کلیوں پر بحث کی گئی ہے

پہلا کلیہ : اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کرنے والوں کو مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

دوسرا کلیہ : جو درجات اعمال سے حاصل نہیں ہوتے' مصائب دیکر وہ درجات دیئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے مصائب کا تقابل حضور ﷺ واہل بیت کے مصائب سے کیا گیا ہے۔

پہلی فصل

عشق و محبت

حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے عشق و محبت اپنے لئے موزوں مقام کی تلاش میں تھے اور تو اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے بھی عشق و محبت کے قابل نہ تھے خلوت میں یہ عشق و محبت چھپی ہوئی تھی' پھر ابلیس کی عبادت کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا۔ عشق و محبت نے خلوت سے نکل کر ابلیس میں مقام کرنا چاہا' غیرت الٰہی نے پکارا اے عشق و محبت کہاں جاتے ہو' ابلیس اس کا اہل نہیں ہے۔ پھر عشق و محبت جن و ملک سے علحدہ ہوکر پردہ غیب میں چھپے رہے۔

اِدھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیئے' اُدھر عشق و محبت کو جھاڑ بنا کر جنت میں لگائے اور حضرت آدم علیہ السلام سے کہے آدم ! یہ جنت کی سب نعمتیں کھانا مگر اس عشق و محبت کے درخت کے پاس نہ جانا۔ ابلیس نے کہا آدم جنت کی یہ ساری نعمتیں جسمانی غذا ہیں اور یہ عشق و محبت روحانی غذا ہے' آدم یہ نہ کھائے تو پھر کیا کھائے۔

آدم علیہ السلام للچائی ہوئی نظر عشق ومحبت کے درخت پر ڈالنے لگے، حکم ہوا آدم یہ کیا کرتے ہو، کچھ اس درخت کی خاصیت بھی معلوم ہے۔ اس کو کھاتے ہی اس کی جڑیں دل کے اندر گھس جاتی ہیں:

نہالے کاشت دہقانِ محبت در زمینِ دل	دل کی زمین میں دہقان نے محبت کا درخت بویا۔ کیا کہوں وہ کیسا درخت ہے
تنش ورود، برش اندوہ، بیخش خوں، شاخش غم	اس کی پیڑ درد ہے اُس کے پھل غم ہیں اس کی جڑ خون ہے اس کی ڈالیاں غم ہیں۔

آدم علیہ السلام ذرا سوچ سمجھ لو، اگر آرام وآسائش چاہتے ہو تو دیکھو یہ جنت ہے کھاؤ پیو لطف اُٹھاؤ مزہ لو، شجر محبت کا نام نہ لو۔ اگر شجر محبت کھاتے ہو تو یاد رکھو

خوں ریز بود ہمیشہ در کشور ما	ہمارے عشق ومحبت کے ملک میں ہمیشہ خوں ریزی رہتی ہے۔ ہمارے پیالہ میں
خون نا بہ بود مدام در ساغر ما	ہمیشہ خون مثل شراب کے رہتا ہے۔ اگر ہماری محبت کا خیال ہے تو یہ سب مصیبتیں
داری سرما وگر نہ دو راز بیرما	جھیلنا ہوگا ورنہ ہم سے دور ہو جاؤ پھر عشق ومحبت کا نام نہ لو۔ ہم تو تیرے دامت
مادہ ست شدیم وتو نہ داری سرما	ہونے کے لئے تیار ہیں لیکن تو مصائب جھیل کر ہم سے محبت کرنا نہیں چاہتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سب بلائیں اور مصیبتیں سہنے کے لئے تیار ہو گئے، حکم ہوا آدم پھر سوچ لو اس میدان میں آتے ہو تو اس آیت کو سُن لو:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾ (سورۃ البقرہ)	البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔

بلائیں اور مصیبتیں مختلف صورتوں میں آئیں گی' ڈر اور خوف کی بلا نازل ہوگی' حق گوئی میں ظالموں کا ڈر ہے' تقویٰ وطہارت میں برادری کی مخالفت' امراء کی نفرت' دوستوں کی مفارقت' دُنیاداروں کے طعنے اور دشمنوں کی عداوت ہے۔

ڈر اور خوف کی بلا نازل کر کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری محبت میں کسی کی پروا نہ کر کے حق گوئی وتقویٰ پر قائم رہتا ہے یا خوف وڈر سے چھوڑ بیٹھتا ہے۔

﴿وَالْجُوْعِ﴾	بھوک و پیاس کی بلا' فقروفاقہ کی وجہ سے یا روزہ کی وجہ سے ہوگی۔
﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ﴾	کمی مال کی بلا جیسے چوری ہوئی' لُٹ گئے وغیرہ ناجائز طور سے مال ملنے کی امید کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔
﴿وَالْاَنْفُسِ﴾	جانوں پر بلا جیسے قتل یا ضرر جسمانی جو امر معروف یا ترک معاصی میں اُٹھانا پڑے۔ قرابتداروں کا بھتیجے بھانجوں کا نقصان انفس کی بلاؤں میں داخل ہے۔
﴿وَالثَّمَرَاتِ﴾	پھلوں کا یا تجارت کے نفع کا نقصان کا ہوگا۔ تدبیروں کی ناکامی یعنی جو تدبیر بھی کریں اُلٹی پڑے' ناموری نیک نامی جاتی رہے' ہر قسم کے فائدے جن کی امید ہو پھر وہ نہ ملیں اور اولاد کا غم اُٹھانا پڑیگا۔

اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر بلائیں نازل ہونے کا سبب : ایک روز حضرت یحیٰی رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مناجات میں عرض کئے الٰہی : دُنیادار جس کسی کو دوست رکھتا ہے اُس کو سرفراز کرتا ہے' نعمت وراحت دیتا ہے.....خلاف اُس کے آپ جس کو چاہتے ہیں اُس کو بلاؤں ومصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں' یہ کیا معاملہ ہے۔ غیبی آواز آئی کہ ہمارے بھید ہم جانتے ہیں۔ ہمارے دوستوں پر اس لئے مصیبتیں وبلائیں ڈالتے ہیں کہ وہ ٹوٹ پھوٹ کر ہمارے ہو جائیں' ہمارے سوائے کسی اور طرف متوجہ ہی نہ رہیں۔

ما بلا بر کسے عطا مکینم — ہم کسی پر جب بلائیں اُتارے ہیں تو
تا کہ نامش ز اولیاء مکینم — اولیاء میں اُس کا نام لکھ دیتے ہیں۔

دوسری فصل

جو مراتب اُخروی اعمال سے حاصل نہیں ہوتے وہ مصائب سے دیئے جاتے ہیں:

حدیث شریف : **ان العبد اذا سبقت له من الله منزله لم يبلغها بعمله ابتلاه الله فى جسده او فى ماله او فى ولده** جب کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ کوئی مرتبہ دینا چاہتا ہے اور وہ عمل سے اس مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا تو مبتلا کر دیتا ہے جسم کو مصائب میں یعنی بیماری، درد وغیرہ دیتا ہے یا مال میں مصیبتیں ڈالتا ہے (مال ضائع کر کے محتاج کر دیتا ہے) یا اولاد پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ بیمار ہوتے ہیں یا ہلاک ہو جاتی ہے۔ **ثم صبر علی ذٰلك** پھر وہ بندہ جب ان بلاؤں پر صبر کرتا ہے تو جو درجہ عمل سے نہیں مل سکتا تھا وہ ان بلاؤں پر صبر کرنے سے مل جاتا ہے۔

دوستو ! بڑے بڑے مراتب مصیبت زدوں کے لئے ہیں، دوسرے 'چہ غم' میں رہنے والے ان مرتبوں کو نہیں پہونچ سکتے۔

زیر ہر رنج ست گنج معتبر — ہر رنج میں گنج مخفی ہے کانٹا دیکھے چکے آنکھ
خار دیدی چشم بکشا گل نگر — کھولو کانٹے کے بعد پھول دیکھو

اس لئے عارف اور قرب الٰہی کے تلاش میں رہنے والے جہاں ذلت وخواری دیکھتے ہیں تو اس کی خریداری کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، بلا کا طمانچہ دیکھتے ہیں تو رخسار پیش کرتے ہیں، مصیبت کا خنجر دیکھتے ہیں تو خوش خوش سر جھکا دیتے ہیں۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی پر صبر کرو بیشک تم ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔۔ کی بشارت سے پھولے نہیں ساتے ہیں۔

ضرب الحبیب زبیب مصیبتوں کو دوست کی مار سمجھ کر بہت لطف اُٹھاتے ہیں۔
ایک صاحب کسی بزرگ کی عیادت کے لئے گئے' ان بزرگ کو طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا دیکھے' تسلی دینے کے لئے کہے جو دوست کی بلاؤں پر صبر نہ کرے وہ سچا درویش نہیں ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا دوست؟ تم غلط کہتے ہو' صبر کرنا کونسی بڑی بات ہے بلکہ دوست کی بلاؤں سے جو لذت نہ لے وہ محبت میں سچا نہیں ہے۔ بزرگوں نے مانگ کر بلاؤں اور مصیبتوں کو اپنے سَر لیا ہے۔

حکایت : ایک روز منصور رحمۃ اللہ علیہ نے مناجات میں عرض کیا الٰہی ! قسم ہے تجھ کو کہ بلاؤں کا دروازہ مجھ پر کھول' طرح طرح کی مصیبت میں ڈال' قدم قدم پر رنج وغم دے پھر دیکھ ذرہ برابر بھی تیری محبت میں فرق آئے تو منصور کو مُرتدِ طریقت مشہور کرادے' خداوندا ! تیری قسم اگر تو قینچی سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا' پھر بھی تیری محبت بڑھتی ہی جائے گی۔

صاحبو ! یہی شوق مصیبت نے منصور رحمۃ اللہ علیہ کو دار پر چڑھا کر چھوڑا :

چڑھا منصور سولی پر پکارا عشق بازوں کو یہ اس کے بام کا زینہ ہے آئے جس کا جی چاہے

غلاموں کا یہ حال ہے تو سرداروں کا کیا کہنا' سردار بھی کیسے! **سید شباب اھل الجنۃ** (جنت کے نوجوانوں کے دو سردار)

صاحبو ! کیا پوچھتے ہو اہل بیت کی مصیبت کا' سننے والوں کا جگر پاش پاش ہو جاتا ہے مگر اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین محبتِ الٰہی میں سرشار وخوش ہیں۔

حکایت : حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے ارادہ سے نکلا' راستہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بچہ دس بارہ سال کا پیادہ پا تنہا چل رہا ہے۔ میں نے کہا' سبحان اللہ۔ اس لق ودق جنگل میں یہ کون بچہ ہوگا؟

ایں کیست ایں ۔ ایں کیست ایں	یہ کون ہیں؟ یہ کون ہیں؟
ایں یوسف ثانی ست ایں	معلوم ہوتا ہے کہ یہ یوسف ثانی ہیں۔
یا نور ربانی ست ایں	یا یہ نور ربانی ہیں۔
یا فیض سبحانی ست ایں	یا اللہ تعالیٰ کا فیض جاری ہیں۔
ایں لطف ورحمۃ را نگر در ساحت	اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی دیکھ' اس جنگل
ایں باد یہ خضر است والیاس ایں	میں کیا کہوں' کیا یہ خضر ہیں یا الیاس ہیں' یا
گر یا آب حیوانی ست ایں	آب حیات ہیں یہ۔

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے قریب جا کر سلام عرض کیا' آپ نے سلام کا جواب دیا۔

میں نے کہا' آپ کون ہیں؟	فرمائے اللہ کا بندہ۔
میں نے کہا' کہاں سے آرہے ہیں؟	فرمایا' اللہ کے پاس سے۔
میں نے عرض کیا' کہاں جارہے ہیں؟	فرمائے' اللہ کے پاس۔
میں نے عرض کیا' کیا مطلوب ہے؟	فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی۔
عرض کیا' توشہ سفر کیا ہے؟	فرمایا: زادی تقوی' میرا توشہ تقویٰ ہے۔
عرض کیا' سواری حضور کی کہاں ہے؟	راحلتی رجلای میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں۔
عرض کیا' یہ خونخوار جنگل اور یہ آپ کی کمسنی کیسے ہوگا؟	فرمایا: ابن مبارک تمہارا کدھر خیال ہے کبھی دیکھے ہو کہ کوئی کسی کی ملاقات کو جائے اور وہ اُس کو ستائے۔
عرض کیا' میاں تم عمر میں چھوٹے ہو مگر باتوں میں بزرگ ہو' آپ کا نام کیا ہے؟	فرمایا: ابن مبارک مصیبت زدوں کا کیا نام پوچھتے ہو' گمناموں کا نام ہی کیا

منم در غمش بے دلے ناتوانے
نہ اسے نہ رسے نہ جسمے نہ جانے
ضعیفے نحیفے عمش را حریفے
بصورت خفیفے بمعنے گرانے

میں اللہ تعالیٰ کی محبت وغم میں بے دل وناتوان ہوں' کیا پوچھتے ہو ہمارا نہ نام ہے نہ کوئی طریقہ ہے' نہ جسم ہے' نہ جان ہے۔
ایک ناتوان جس کو عشق ومحبت نے لاغر کردیا ہے دیکھنے میں ہلکے پھلکے ہیں مگر حقیقت میں بھاری ہیں۔

عرض کیا' اگر نام نہیں بتانا چاہتے ہو تو خیر یہ بتلائے کہ آپ کس قوم اور کس قبیلہ سے ہیں؟

آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا :
ہم مظلوم قوم ہیں ہم وطن سے نکالے ہوئے ہیں' ہم دشمن کے مغلوب ہیں۔

عرض کیا' کچھ معلوم نہ ہوا' اور تفصیل سے فرمایئے۔

ہم حوضِ کوثر پر آنے والوں کو پانی دینے والے ہیں' جو بھی نجات پائے گا تو وہ ہمارے ہی وسیلہ سے نجات پائے گا' جو ہم سے دوستی کرے گا وہ بے نصیب نہ رہے گا۔

اتنا فرما کر میری نظر سے غائب ہوگئے' مجھے بہت افسوس رہا' یہ کون تھے۔ معلوم نہ کرسکا' جب میں مکہ معظمہ پہونچا تو طواف میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں' میں نے آگے جا کر دیکھا تو وہی صاحبزادہ ہیں جو جنگل میں مجھ سے باتیں کئے تھے' لوگ اطراف جمع ہیں اور مسائل پوچھ رہے ہیں' آپ قرآن وحدیث کے دقیق مضامین بیان فرمارہے ہیں جس سے لوگوں کے مشکلات حل ہورہے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا مکہ کے کنکر تک جس کو پہچانتے ہیں' افسوس ہے کہ تم نہیں پہچانتے' یہ شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے قرۃ العین حضرت امام زین العابدین ہیں۔ میں سنتے ہی دوڑا' شاہزادے کے ہاتھ اور پاؤں چوما۔ روتے ہوئے

عرض کیا' یا ابن رسول اللہ! آپ نے اپنے اہل بیت کو جو مظلومی بیان فرمائی وہ بالکل سچ ہے۔

صاحبو! سچ تو یہ ہے کہ کسی پر وہ مظالم نہیں ہوئے جو اہل بیت پر ہوئے' مگر اہل بیت کو ان مصیبتوں میں ہی لطف ولذت ملتی رہی۔

تیسری فصل

ابتدائے باب سے یہ ثابت کیا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت رکھنے والوں کو مصائب وآلام پہونچتے رہے' چنانچہ ہر پیغمبر کو بھی مصیبتیں آتی رہیں۔ اب اس فصل میں انبیاء علیہم السلام کے مصائب کا حضور ﷺ واہل بیت کے مصائب سے تقابل کیا گیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے غمِ ہابیل اور حضور ﷺ کے غمِ حسین کا تقابل :

حضرت آدم علیہ السلام کا شجر محبت چکھنا ہی تھا کہ آپ پر دُنیا بھر کے مصائب ٹوٹ پڑے۔ تمام پیغمبروں میں سید المرسلین حضور نبی کریم ﷺ کا مرتبہ زیادہ ہے اس لئے آپ پر بلائیں بھی زیادہ آئیں اور انبیاء علیہم السلام کی آل سے حضور نبی کریم ﷺ کی آل کا مرتبہ بھی زیادہ ہے اس لئے اُن پر بلائیں بھی زیادہ آئیں۔

ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کو پکار رہے ہیں کہ میری خبر لو' میں مارا جارہا ہوں۔ اس خواب کو دیکھتے ہی گھبرائے ہوئے اُٹھے تو سرہانے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پایا' پوچھا کہ میرے ہابیل کی کچھ خبر ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا **اعظم اجرك** اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم دے۔ ہابیل کو قابیل نے مار ڈالا' وہ پکارتے ہی رہے کوئی اُن کے فریاد کو نہ پہونچا۔ آدم علیہ السلام رونے لگے اور کہا جبرئیل اُس کی قبر دکھاؤ۔ قبر کھول کر دیکھے سَر کٹا ہوا تمام اعضا لہو میں تر بتر ہیں' اپنا منہ اُن کے منہ پر ملتے اور روتے جاتے اور کہتے افسوس بیٹا' تمہاری کیا حالت ہوگئی۔

واقعہ ہونے کے بعد خبر ملنے میں وہ تکلیف نہیں ہوتی جو واقعہ ہونے کے پہلے خبر ملنے سے ہوتی ہے۔

عرض کیا' یا ابن رسول اللہ! آپ نے اپنے اہل بیت کو جو مظلومی بیان فرمائی وہ بالکل سچ ہے۔
صاحبو! سچ تو یہ ہے کہ کسی پر وہ مظالم نہیں ہوئے جو اہل بیت پر ہوئے' مگر اہل بیت کو ان مصیبتوں میں ہی لطف ولذت ملتی رہی۔

تیسری فصل

ابتدائے باب سے یہ ثابت کیا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت رکھنے والوں کو مصائب وآلام پہونچتے رہے' چنانچہ ہر پیغمبر کو بھی مصیبتیں آتی رہیں۔ اب اس فصل میں انبیاء علیہم السلام کے مصائب کا حضور ﷺ واہل بیت کے مصائب سے تقابل کیا گیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے غمِ ہابیل اور حضور ﷺ کے غمِ حسین کا تقابل :

حضرت آدم علیہ السلام کا شجر محبت چکھنا ہی تھا کہ آپ پر دُنیا بھر کے مصائب ٹوٹ پڑے۔ تمام پیغمبروں میں سید المرسلین حضور نبی کریم ﷺ کا مرتبہ زیادہ ہے اس لئے آپ پر بلائیں بھی زیادہ آئیں اور انبیاء علیہم السلام کی آل سے حضور نبی کریم ﷺ کی آل کا مرتبہ بھی زیادہ ہے اس لئے اُن پر بلائیں بھی زیادہ آئیں۔

ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کو پکار رہے ہیں کہ میری خبر لو میں مارا جارہا ہوں۔ اس خواب کو دیکھتے ہی گھبرائے ہوئے اُٹھے تو سرہانے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پایا' پوچھا کہ میرے ہابیل کی کچھ خبر ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا **اعظم اجرك** اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم دے۔ ہابیل کو قابیل نے مار ڈالا' وہ پکارتے ہی رہے کوئی اُن کے فریاد کو نہ پہونچا۔ آدم علیہ السلام رونے لگے اور کہا جبرئیل اُس کی قبر دکھاؤ۔ قبر کھول کر دیکھے سر کٹا ہوا تمام اعضا لہو میں تر بتر ہیں' اپنا منہ اُن کے منہ پر ملتے اور روتے جاتے اور کہتے افسوس بیٹا' تمہاری کیا حالت ہوگئی۔
واقعہ ہونے کے بعد خبر ملنے میں وہ تکلیف نہیں ہوتی جو واقعہ ہونے کے پہلے خبر ملنے سے ہوتی ہے۔

ایک روز جبرئیل علیہ السلام وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ایسے میں سیدنا حسن' سیدنا حسین رضی اللہ عنہما چھوٹے بچے وہ بھی آ گئے' حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحیہ کلبی (صحابی رسول جن کی شکل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لایا کرتے تھے) سمجھ کر اُن کی گود میں بیٹھ کر اُن کے جیب وگریبان میں ہاتھ ڈالنے لگے' آنحضرت ﷺ نے بچوں کو علحدہ کرنا چاہا' حضرت جبرئیل علیہ السلام عرض کئے' یارسول اللہ ﷺ انھیں کچھ نہ فرمایئے...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا' جبرئیل یہ تمہارا مرتبہ نہیں جانتے' بے ادبی کرر ہے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ ﷺ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تہجد پڑھ کر سو گئے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ جھولے میں ہیں یہ رونا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ جبرئیل جاؤ ہماری فاطمہ کی نیند خراب نہ ہو۔ حسین کا جھولا جھلاؤ اور اُن کو رونے نہ دو۔ جس نے اُن کا جھولا جھلایا ہو اُس کی گود میں اگر وہ بیٹھیں تو کیا حرج ہے۔ یہ میرے جیب میں کیا ڈھونڈ رہے ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم وحیہ کلبی کی صورت میں ہو' وحیہ کلبی اُن کے لئے میوہ لایا کرتے ہیں' تمہیں وحیہ کلبی سمجھ کر میوہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے میوے لا دیئے' حضور ﷺ محبت سے بچوں کو دیکھنے لگے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا' آپ کی اُمت میں سے بعض لوگ آپ کے اس پیارے بچہ کو خون میں نہلائیں گے' جہاں یہ شہید ہوں گے وہاں کی یہ خاک ہے۔

حضور ﷺ کو جس وقت صاجزادہ سامنے آتے ہوں گے تو یہ واقعہ بھی یاد آ جاتا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام تو بھول گئے ہوں گے مگر یہ واقعہ زندگی بھر حضور نبی کریم ﷺ کو یاد رہا ہوگا۔ ہائے حضرت آدم علیہ السلام تو ایک سَر کے لئے اتنا روئے' یہاں سارا گھر ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ ایک سَر کے واسطے روئیں یا دو سَر کے لئے؟

قاتلِ ہابیل اور قاتلِ حسین کے عذاب کا تقابل : حکم ہوا اے آدم صبر کرو'

صبر کرنے والوں کو بے حد اجر ملتا ہے۔ قاتلِ ہابیل پر دوزخ کا آدھا عذاب ہوگا۔
دوستو! سوچنے کا مقام ہے۔ ہابیل کے قاتل کے لئے آدھا عذاب دوزخ ہے۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرزند مصطفیٰ ﷺ و جگر گوشہ سرور انبیاء جو ہابیل سے افضل و اعلیٰ
ہیں تو قاتلِ حسین کے لئے کتنا عذاب ہوگا؟

حضرت علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قاتلِ حسین کو آگ کے ایک صندوق میں بند کر کے ہاتھ پاؤں میں آگ کی ہتھکڑیاں و بیڑیاں ڈالی گئی ہیں' اس صندوق سے ایسی بدبو نکل رہی ہے کہ اہلِ دوزخ اس بدبو سے پناہ مانگتے ہیں۔

کیوں نہ ہو جس ظالم نے آب دی ہوئی تلوار لئے آپ کے حلق پر چلائی ہو۔ حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی بوسہ گاہ پر خنجر پھرایا ہو اُس کو جو بھی سزا ملے کم ہے۔

کشتی نوح اور کشتی اہلِ بیت کا تقابل : حضرت نوح علیہ السلام کو طرح طرح کی ایذا پہونچی مگر انھیں ایک کشتی دی گئی تھی جس سے وہ سلامت بچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی ایک کشتی دی گئی جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے : **مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِیْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ** میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے جیسی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو سلامت بچ گئی' رسول اللہ ﷺ کی کشتی میدانِ کربلا میں ڈوب گئی۔ کیا ایسی مصیبت کبھی نوح علیہ السلام کو بھی پیش آئی ہے؟ کشتی نوح کے سلامتی کی خبر کوّا لایا تھا۔ اہلِ بیت کے کشتی کے ڈوبنے کی خبر بھی کوّا ہی لاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ سب تو کربلا چلے گئے تھے صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی بوجہ علالت گھر پر چھوڑ دی گئی تھیں۔ ایک روز وہ صاحبزادی ایک کوّے کو خون میں لت پت گھر کی دیوار پر بیٹھا ہوا دیکھیں' صاحبزادی کی نظر جب کوّے پر پڑی' کیا پوچھتے ہو اس وقت کی کیفیت: **وَا اَبَتَاه** (ہائے ابا) **وَا حُسَيْنَا** (ہائے حسین) **وَا مُصِيْبَتَا** (ہائے یہ کیسی مصیبت ہے) کا شور مچائیں۔ سب نے پوچھا بچی تجھے کیا ہوا ہے؟ صاحبزادی نے

کوّے کی طرف اشارہ سے بتلا کر فرمایا: لوگو! کیا کہوں کشتی نوح کے بچنے کی خبر کوّا لایا تھا اور آج اہل بیت کے کشتی ڈوبنے کی خبر بھی کوّا ہی لایا ہے۔ اس وقت سب لوگوں کو مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ یاد آگیا۔

اس پر حضرت ام المؤمنیں ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بی بی ذرا ٹھیرو، میرے پاس حضور ﷺ کی دی ہوئی کربلا کی مٹی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ شہادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، کے دن یہ خون ہو جائے گی، اس مٹی کو دیکھا گیا فی الواقع تازہ خون ہوگئی تھی۔

اب صاجزادی اپنی تنہائی اور باپ کی جدائی پر رونے لگیں : آہ یہ کیسی حالت ہے کہ سارا عالم ویران ہوگیا۔ آل محمد کے لئے دریا کا پانی سراب بن گیا (دیکھنے کو تو پانی تھا مگر سراب کے جیسا اس سے کوئی فائدہ نہ تھا) ولایت کے باغ کا سرو جڑ سے اکھڑ گیا۔ آسمان ہدایت کا برج ویران ہوگیا۔ ذرہ کے مانند اس سبب سے بے قرار ہوں کہ کربلا آفتاب کے لئے ہلاکت کا گھر بن گیا۔ کربلا کے سماں کو جب یاد کرتے ہیں تو ہمارا دل بے قرار ہو جاتا ہے۔ کربلا کے بلاؤں کے داغ سے ہمارا جگر کباب ہو جاتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ چہرۂ مبارک جو رسول اللہ ﷺ کے پیار لینے کی جگہ تھا، خون سے رنگا ہوا خاک پر پڑا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مصیبت اور حضور ﷺ کی مصیبت کا فرق :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنے فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا ہے آپ بیداری میں ذبح کرتے ہیں مگر آپ کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبح سے بچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن کے معاوضہ میں جنت کا دُنبہ ذبح ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو ذبح حسین رضی اللہ عنہ، کی خبر بیداری میں جبرئیل علیہ السلام سناتے ہیں پھر کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ذبح سے بچتے بھی نہیں، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مصیبت زیادہ ہے یا حضور نبی کریم ﷺ کی۔

یوسف علیہ السلام کی مصیبت اور اہل بیت کی مصیبت کا تقابل :

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اُن کے بھائی لے گئے اور باپ سے علحدہ ہونے کے بعد جب آپ نے پانی مانگا تو اُن کے بھائیوں نے پانی دکھا کر زمین پر پھینک دیا اور ایذا پہونچائی۔ کربلا کے میدان میں ظالم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی پانی دکھا دکھا کر پھینکتے تھے' یزیدیوں کی طرف کے کتے تک پانی پیتے تھے' بخلاف اس کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف خدا کے شیر پیاسے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تڑپ کر کہتے ہیں:

کدائی اے پدر آخر کجائی   کدھر ہیں ابا یعقوب' اپنے پیارے بچہ کو دیکھو کیا حال
زحالِ من چنیں غافل چرائی   ہے' میری حالت سے آپ اس قدر غافل کیوں ہو۔

دو گھڑی ستائے جاتے ہیں پھر یوسف علیہ السلام مصر کی سلطنت پر نظر آتے ہیں ۔۔ میرے پیارے رسول (ﷺ) آپ کہاں ہیں' آپ کا پیارا نواسہ آپ کے جگر کا ٹکڑا جس کو آپ نے کس محبت سے پالا تھا ہائے آج اُس کی اور اُس کے خاندان کی مارے پیاس کے زبان پر کانٹے آگئے ہیں اور سوکھے حلق کٹا رہے ہیں۔ کربلا میں سارے اہل بیت کا خاتمہ ہورہا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ روضہ شریف سے اپنے سَر مبارک کو نکالئے۔ میدانِ کربلا میں جو ہورہا ہے اس کو دیکھئے۔ یارسول اللہ ﷺ میدان کربلا میں تشریف لایئے' دیکھئے پیارے حسین کس مصیبت میں مبتلا ہیں' یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ میدان کربلا بلاؤں اور مصیبتوں کا گھر ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مشک کے جیسے خوشبودار بال خاک وخون میں لت پت ہیں۔ اے اللہ ! کربلا کے میدان میں یہ کیا مصیبتیں اور کیا طرح طرح کے رنج ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت کا تقابل :

جب یوسف علیہ السلام کو ظالموں نے کوئیں میں ڈال کر چل

دیا تو ایک بھائی نے جس کو حضرت یوسف علیہ السلام سے کس قدر محبت تھی رات کے وقت کوئیں پر آکر کہا یوسف کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا پوچھتے ہو اس کے حال کو جو باپ سے جدا ہے، کوئیں کی تہہ میں پڑا ہوا ہے، مرنے کے قریب ہے، تن برہنہ ہے، لب تشنہ، شکم بھوکا، دِل زخمی، نہ کوئی مونس ہے نہ کوئی مددگار، نہ کوئی ہمدم ہے نہ کوئی غمگسار ...... یہودا نے کہا، یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے بلکہ یہ وقت وصیت کا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا، بھائی جب تم شام کے وقت گھر میں جاؤ تو میری بیکسی کو یاد کرنا، کھاتے وقت میری بھوک کو نہ بھولنا، جب کپڑے پہننا تو میری برہنگی کو یاد کرنا، خوشی کے وقت جو دوستوں کے ساتھ مل بیٹھنا تو میری پریشانی اور تنہائی کو یاد کرنا۔

ذرا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت کو بھی سنئے جو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: بیٹا! صالحین اُمت اور ہمارے دوستوں کو حسین کا سلام پہونچانا اور کہنا جب کبھی بے وطنی اور بے کسی کا ذکر کرنا تو اس وقت ہماری بے وطنی اور بے کسی کو یاد کرنا، جب پانی پینا تو میرے سوکھے لب اور کانٹے پڑی ہوئی زبان کو یاد کرنا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے رنج وغم کا تقابل حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے رنج وغم سے: حضرت یعقوب علیہ السلام راتوں کو کنعان کے اطراف پھرتے اور پکارتے بیٹا! میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں ہے۔ میرے دل کے ٹکڑے، میرے پیارے بیٹے تجھ کو کون سے کوئیں میں ڈالے ہیں۔ تجھے کونسی تلوار سے قتل کئے ہیں، تجھے کونسی دریا میں ڈبوئے ہیں، تجھے کونسی زمین میں دفن کئے ہیں، یہ کہتے اور روتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے یعقوب (علیہ السلام) آپ کے رونے سے ملاء اعلیٰ کے فرشتہ رو رہے ہیں۔ یعقوب (علیہ السلام) کہتے جبرئیل (علیہ السلام) کیا کروں، کیوں نہ رُوؤں، میرا یوسف (علیہ السلام) کہاں گیا، کہاں ملے گا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد واقعہ کربلا کے بیحد روئے، لوگ کہتے

یا ابن رسول الله ﷺ ! آپ بہت روتے ہیں۔آپ کے اس قدر رونے سے آپ کی جان کا خوف ہے۔ آپ فرماتے دوستو کیا کروں' یعقوب (علیہ السلام) پیغمبر تھے بارہ بیٹے رکھتے تھے ایک فرزند نظر سے چھپ گیا تو اتنا روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں' میرے آنکھوں کے سامنے میرے باپ کو میرے بھائیوں کو اور میرے چچاؤں کو اور قرابتداروں کو اور میرے دوستوں کو شہید کر دیئے ۔۔ میں سب کو پیاسے گلے کٹاتے اور تڑپتے ہوئے دیکھا ہوں' کیا نہ روؤں؟ یعقوب (علیہ السلام) ایک کی جدائی میں اتنا روئے' میں بہتر (۷۲) کی جدائی میں کتنا نہ روؤں !

یوسف علیہ السلام کے قافلہ کے کوچ اور اہل بیت کے قافلہ کے کوچ کا تقابل :

جب قافلہ والے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید کر لے چلے' راستہ میں آپ کو اپنی ماں کی قبر نظر آئی تو رونے لگے کہ ماں ذرا قبر سے سَر اُٹھایئے اور دیکھیئے تمہارے بیٹے کی کیا حالت ہے۔ بیڑی اور طوق ڈال کر لے جا رہے ہیں۔

کربلا سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ' کے بہنوں اور بیٹیوں کا قافلہ چلا ہے......حضرت زین العابدین بھی ایک اونٹ پر سوار ہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سَر تو نیزہ پر ہے اور دھڑ خاک وخون میں ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگیں **وامحمداہ** آپ کہاں ہیں حسین رضی اللہ عنہ کی حالت کو دیکھو' سَر نیزہ پر چڑھا ہے جو جسم مبارک آپ کے گود میں پلا تھا ہائے وہ خاک وخون میں پڑا ہے۔ آپ جن کو ریحان کہتے تھے اُن کے اعضاء جُدا جُدا ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر سارا لشکر رونے لگا۔

حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت امام مظلوم کے زخموں کا تقابل :

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں کئی ہزار کیڑے تھے۔ حضرت امام مظلوم رضی اللہ عنہ' کے جسم مطہر پر کئی ہزار زخم تھے۔ قیامت میں دو بار ندا ہو گی ۔۔ پہلی بار حکم ہو گا'

اے اہل محشر آنکھیں کھول کر دیکھو ہمارا ایک ایسا بندہ گذرتا ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا' اس کے بعد یحییٰ علیہ السلام گذریں گے' تمام گنہگار شرمندگی سے سرنیچا کرلیں گے۔

پھر ندا ہوگی اے اہل محشر سب آنکھیں موچ لو' سیدالانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی صاجبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا گذرتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ وہ عالم' عالم احکام نہیں ہے۔ یہ حکم نامحرم کی نگاہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نہ پڑنے کے لئے نہیں ہوا ہے بلکہ اس لئے یہ حکم ہوا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان قیامت میں ایسی حالت میں تشریف لائیں گی کہ لوگوں میں آپ کے دیکھنے کی طاقت نہ رہے گی اس دردناک حالت کو دیکھ کر سینہ شق ہو جائیں گے۔۔ وہ حالت یہ ہوگی۔

پیراہن زہر آلود حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کا ایک کاندھے پر۔

پیراہن خون آلود حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کا دوسرے کاندھے پر۔

عمامہ خون آلود حضرت حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ میں۔

عرشِ الٰہی کے پایہ کو تھامے ہوئے اس درد سے روئیں گی کہ فرشتہ بھی رو دینگے۔

جبرئیل علیہ السلام' حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ آج فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بہت بگڑی ہوئی ہیں۔

حضور ﷺ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہونچیں گے اور فرمائیں گے بیٹی ! آج کا دن فریاد کرنے کا ہے یا لوگوں کی فریاد کو پہونچنے کا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کریں گی یا رسول اللہ ﷺ کیا کروں: یہ زہر' یہ خون دیکھتی ہوں تو بے قابو ہو جاتی ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ فرمائیں گے بیٹی ! بہت گنہگار ہمارے انتظار میں ہیں۔ تم خون بھرے کرتے ہاتھ میں لو' میں خاک آلود گیسو کو ہاتھ میں لیتا ہوں' تم دُکھے ہوئے دل سے عرض کرو' میں ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر شفاعت کرتا ہوں کہ یاالرحم الراحمین میری اُمت پر رحم فرما اور اُن کی مغفرت فرما۔

﴿وَنَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾

کی تطبیق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مصائب سے :

حضرت موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) کی جنگلوں میں سرگردانی تو آپ نے بہت سُنی ہوگی اب حبیب اللہ (ﷺ) کے نواسہ کی کوفہ اور کربلا کے جنگلوں میں سرگردانی و پریشانی کو سُنو۔

پچھلے پیغمبروں کو جو بلائیں و مصیبتیں دی گئیں تھیں وہ سب حضور ﷺ اور آپ کے آل پر جمع کردیا' چونکہ حضور ﷺ اور آپ کے آل کا مرتبہ سب سے افضل ہے اس لئے بلائیں اور مصیبتیں بھی سب سے زیادہ ہیں۔ اب آیت شریف کے معنٰی پر غور کرو:

ڈر اور خوف کی بلا نازل ہوئی' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حق گوئی میں ظالموں کا ڈر ہے' خاص کر جب راہ میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے شہادت کی خبر ملی اسوقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ بھوک و پیاس کا کچھ نہ پوچھو' یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے سے جو مال کا خسارا ہوا' اور شہادت کے بعد ڈیرے لوٹ لئے گئے۔ یہ ﴿نَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ﴾ ہے۔ کئی ہزار زخم جسم مبارک پر جب لگے تو سونچو کہ ضرر جسمانی کس قدر ہوا ہوگا۔ بھتیجے' بھانجے' دوستوں کا نقصان الگ ہوا' بالآخر آپ بھی شہید ہوگئے۔ یہ ﴿وَالْاَنْفُسِ﴾ ہے۔ کس کس تدبیر سے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سے نکلے تھے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا گیا تھا اس تدبیر میں بھی ناکامی ہوئی اور سب اولاد کا غم نصیب ہوا' یہ ﴿وَالثَّمَرَاتِ﴾ ہے۔ الغرض آپ پر سب بلائیں اور مصیبتیں جو جمع ہوگئی تھیں اس سے حضور نبی کریم ﷺ کے شان والا کا پتہ لگالیجئے۔

تیسری فصل

تفصیل واقعہ شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کا حکم : حاکم مدینہ منورہ کے نام یزید کا حکم پر حکم آنے لگا کہ جہاں تک ہو سکے جلد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لی جائے‘ اگر وہ میری بیعت سے انکار کریں تو اُن کا سَر کاٹ کر جلد میرے پاس روانہ کر دو‘ میں تجھ کو بہت سرفراز کروں گا۔ حاکم مدینہ منورہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ‘ کو بلا کر عرض کیا کہ آپ کے قتل کے متعلق احکام چلے آ رہے ہیں‘ حیران ہوں کہ کیا کروں کچھ تدبیر سوجھتی نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ‘ نے فرمایا یزید بدعتی‘ شارب خمر (شرابی) ہے اُس کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کروں‘ عام مسلمانوں سے رائے لی جائے‘ جو سب کی رائے ہو گی‘ اُس سے مجھ کو گریز نہیں۔ پھر یزید کا تاکیدی حکم آیا کہ بیعت یا قتل دونوں میں سے ایک فوراً ہونا چاہیے‘ حاکم مدینہ منورہ نیک نفس تھا‘ اُس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کی بھی خبر دی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روضہ اقدس ﷺ پر حاضری اور دُعا :

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ روضہ شریف پر گئے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف سے لپٹ کر اس قدر روئے کہ دَر و دِیوار بھی روئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا‘ نانا جان! حسین آپ پر قربان‘ یہ وہی حسین آپ کا نواسہ ہے‘ ظالم یزید جس کے خون کا پیاسا ہے‘ یہ وہی حسین ہے جو آپ کے کاندھے پر سوار رہتا تھا‘ اب جدھر دیکھو اس کے دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں‘ نانا کب تک دشمنوں کا ظلم سہوں‘ آپ مجھے تنہا چھوڑ دیئے ہیں‘ میری ماں (سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) بھی نہیں ہیں کہ اُن سے کچھ دل کا دَرد کہوں‘ میرے باپ (سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نہیں ہیں کہ جن کے سایہ میں رہوں‘ میرے

بھائی (امام حسن رضی اللہ عنہ) کو بھی آپ نے بلالیا۔ اب میں بے کس وتنہا رہ گیا ہوں' کوئی مونس وغمگسار دُکھ درد سننے والا نہیں ...... کیا آپ نے مجھ کو اسی لئے پالا تھا' اسی دن کے واسطے میری ماں (سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) دودھ پلائی تھیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خواب اور ارشادات نبوی ﷺ :

روتے روتے قبر شریف پر سَر رکھ کر سو گئے' خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرشتوں کی فوج لئے ہوئے تشریف لائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' کا سَر مبارک چھاتی سے لگا کر فرماتے ہیں بیٹا حسین! اب قریب ہے کہ میری اُمت کے لوگ کربلا میں تم کو پانی سے ترسا کر تیروں کی بارش برسائیں گے تم کو شربتِ شہادت پلائیں گے۔ بیٹا حسین! جنت میں بڑے بڑے درجے ہیں' جب تک سَر نہ کٹاؤ گے وہ درجے نہیں مل سکتے۔ تمہارے ماں وباپ تمہارے دیکھنے کو بے قرار ہیں' تمہارے بھائی تمہارے لئے تڑپ رہے ہیں۔ خواب ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' نے عرض کیا' نانا جان: پھر حسین کو دُنیا میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے قبر شریف میں لے لیجئے' حضور ﷺ نے فرمایا: پیارے حسین صبر کرو' سفر کی تیاری کرو' سَر کٹاؤ' اللہ کی رضا پر راضی رہو۔ یہ خوش خبری سن کر آپ سب رنج وغم بھول گئے۔

کوفہ کو روانگی اور اہل مکہ کی ہمدردی : مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے' جب مکہ معظمہ سے کوفہ کا ارادہ فرمائے تو اہل مکہ نے بہت روکا' مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' نہ رُکے' اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ' بہت بے تاب ہو کر رونے لگے اور عرض کیا' امام (رضی اللہ عنہ) جب آپ کو مکہ سے سفر کرنا ضروری ہے تو آپ یمن کی طرف چلے جائیں' دشمن آپ کو تکلیف نہیں پہونچا سکیں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سچ ہے مگر کیا کروں اس سفر میں ایک راز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے جو میں کسی سے کہہ نہیں سکتا اور بغیر کوفہ جانے کے رُک نہیں سکتا' عنقریب وہ

رازکھل جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' امام ! اگر آپ کو جانا ہی ہے تو مَردوں کو لے جایئے......عورتوں' بچوں کو یہیں چھوڑ جایئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' نے فرمایا' یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سب کو ساتھ لے جانے کی ہے۔

میدانِ کربلا میں تشریف آواری اور وہاں کی سختی : منزلیں طے کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' کربلا کے میدان میں آگئے ہیں' دشمنوں کا دریائے فرات پر پہلے ہی سے قبضہ ہو چکا ہے۔

حاکم کا حکم ہے کہ یہ پانی بشر پئیں — گھوڑے پئیں سوار پئیں اور شتر پئیں
جو تشنہ لب جہاں میں ہو وہ آن کر پئیں — حیواں پئیں پرند پئیں جانور پئیں
کافر تلک پئیں تو نہ تم منع کیجیو — پر فاطمہ کے لعل کو پانی نہ دیجیو

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' ریت کے لق و دق میدان میں ڈیرے لگا دئے ہیں جس میں نہ پانی ہے نہ درخت' جدھر دیکھو سنسان سناٹا ہے۔ ھــو کا عالم ہے ہائے وہ ریت کی دوپہر کی گرمی' رات بھر کی اوس' ہارے وہ بے کسی و بے بسی' ہائے وہ بے سروسامانی' ہائے وہ پیاس' وہ چہرے اداس' وہ گرمی کے دن' وہ ننھے ننھے پیاسے بچے' نہ سینہ میں دودھ رہا نہ آنکھوں میں آنسو' زبان پر مارے پیاس کے کانٹے پڑ گئے' دودھ پیتے بچے مچھلیوں کی طرح تڑپنے لگے۔ حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ شیر خوار' حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار' اس پر سفر کی حالت جس میں تھوڑی تکلیف بھی بہت معلوم ہوتی ہے۔ یہ نمونہ ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبتوں کا۔ ہائے یہ غضب ادھر تو یہ حالت کہ ساقی کوثر کے نواسہ کو پانی کا قطرہ نہیں' دشمن صراحیوں میں پانی لئے دِکھا دِکھا کر پیتے اور ہنستے تھے۔

یہ وہی حسین رضی اللہ عنہ ہیں جن کی شان میں حضور نبی کریم ﷺ نے **سید شباب اهل الجنة** (نوجوانانِ جنت کے سردار) ارشاد فرمایا۔ بچپنے میں اگر وہ حسین کہیں اکیلے نکل جاتے تو فرشتے اپنے پَروں میں لیکر آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ ہائے آج وہ دشمنوں کے نرغہ میں ہیں' ہائے حسین رضی اللہ عنہ آپ نے کیا حسن و جمال پایا تھا کہ اگر اندھیرے

میں بیٹھتے تو چہرہ مبارک کی چمک سے اندھیرے میں اجالا ہو جاتا تھا' ہائے ایسے مبارک چہرہ پر بہتر زخم ہیں۔

صاحبو ! رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ' کے ساتھ جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے کرو کہ جو بچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' کے ساتھ اکثر کھیلا کرتا وہ اگر کہیں مل جاتا تو حضور ﷺ اُس کو بھی پیار کرتے اور فرماتے میرے حسین کے ساتھ یہ کھیلا کرتا ہے اس لئے میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ماں و باپ کی بھی۔

جنت کو جب معلوم ہوا کہ وہ مَسکن فقراء ہے تو وہ آزردہ ہونے لگی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تیرے ارکان حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو بناؤں گا' پھر تو جنت خوش ہو کر فخر کرنے لگی' اگر جنت ہے تو اس کے ارکان حسن و حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں' اگر عرش ہے تو اس کے گوشوارہ حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں' اگر مسلمانوں کا دل ہے تو اس کی روشنی حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کی دوستی سے ہے۔

اس شان کے حسین رضی اللہ عنہ' دشمنوں کے نرغہ میں اتمام حجت کے لئے یزید کے لشکریوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

لوگو ! دیکھو ہم کون ہیں؟ میرا نام جانتے ہو؟ میرا حسب و نسب معلوم ہے؟ ذرا سوچو کیا میرا گلہ کاٹنا جائز ہے؟ کیا میں فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا رسول اللہ ﷺ کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میرے نانا حضرت رسول اللہ ﷺ مجھے اکثر اپنے کندھے مبارک پر نہیں بٹھایا کرتے تھے؟ کیا حسن رضی اللہ عنہ میرے بھائی نہیں تھے؟ کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے کچھ قرابت نہیں ہے؟ کیا ہماری شان میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے؟

لوگو ! ایک دن اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ حضور ﷺ کو منہ دکھانا ہے' دنیا چند روزہ ہے' آخرت ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔ سبھوں نے سر جھکا لیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ڈیرہ میں واپس ہوئے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی کرامت سے دشمنوں کو انفرادی سزا : محرم کی نویں تاریخ ہی اشقیاء نے طبل جنگ بجایا تب حضرت امام رضی اللہ عنہ' نے فرمایا دیکھو یہ نقارہ کیوں بج رہا ہے۔ اگر جنگ کے لئے بج رہا ہے تو اُن سے کہدو آج ہزار سَر پٹک دگے ہمارا سَر نہ پاؤ گے۔ کل یوم عاشورہ ہے البتہ کل ہمارے لئے خاک وخون میں ملنے کا دن ہے۔ آج میرے لئے شہادت کی رات نہیں ہے بلکہ آج عبادت کی رات ہے۔ اب چھ سات پہر تو جینا ہے آج رات بھر عبادت کر لینے دو۔ الغرض اس روز جنگ ملتوی ہوگئی اور آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام قرابت داروں' دوستوں اور غلاموں سے فرمایا میں تم سے خوش' اللہ اور رسول تم سے خوش۔۔ میں یہاں سے جا نہیں سکتا' تم سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ میرے ساتھ تم جان مت کھپاؤ' سبھوں نے عرض کیا اگر آج ہم آپ کو دشمنوں کے نرغہ میں بے کس و بے بس چھوڑ جائیں گے تو کل اللہ اور رسول کو کیا منہ دکھائیں گے۔ پہلے ہم سب آپ پر قربان ہوں گے تب کہیں آپ کی باری آئے گی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ڈیروں کے اطراف خندق کھدوائی اور اُس میں آگ جلائی تا کہ اشقیاء نہ آسکیں۔ یزید کے لشکر سے مالک بن عروہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کیوں حسین دوزخ میں جانے کے پہلے آگ میں جل رہے ہو۔ حضرت مسلم بن عولجہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اُس کی گردن اُڑا دیں' اللہ رے امام عالی مقام کا حلم...... آپ نے منع فرمایا اور کہا جنگ میں ہماری طرف سے سبقت نہ ہونی چاہیے۔ یہ کہہ کر امام ہمام نے عرض کیا خداوندا : سنیئے یہ کیا کہتا ہے فوراً اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی' خندق میں اوندھا گرا' دونوں لشکروں کے سامنے جل کر راکھ ہوگیا اور حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامت اس طرح ظاہر ہوئی۔

ابن اشعث ملعون بڑھا اور کہا جب دیکھو آپ اللہ اور رسول کو پکارتے ہو' رسول اللہ ﷺ سے

آپ کی کیا قرابت ہے کیوں ڈینگیں مار رہے ہو' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یااللہ یہ کیا کہہ رہا ہے' معاً اس کے پیٹ میں دَرد اُٹھا اور پاکخانہ کی حاجت محسوس ہوئی' گھوڑے سے اُتر کر رفع حاجت کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ پاکخانہ کی جگہ ایک سیاہ بچھو ڈنک مارا' ڈنک مارتے ہی اُس کو کچھ اِس بلا کا زہر چڑھا کہ بول و براز میں لوٹ پوٹ کر مر گیا۔

یزید کے لشکر سے اور ایک ملعون جعدہ آگے بڑھا اور کہا حسین دریا ہمارے قبضہ میں ہے' تمہیں ایک قطرہ پانی نہ ملے گا' یوں ہی پیاسے مر جاؤ گے۔ یہ کہتے ہی اس ظالم کو کچھ ایسی شدت کی پیاس ہوئی کہ اُس نے دریا میں منہ ڈالا مگر پیاس نہ بجھی' آخر پیاس پیاس کہہ کر مر گیا۔

جان نثاران امام رضی اللہ عنہ' کی معرکہ آرائی

حضرت عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ' کی جان نثاری: دس محرم کو حضرت امام عالی مقام کے جان نثاروں اور یزیدیوں کی صف آرائی ہوئی اور یزیدیوں نے حضرت امام ہمام اور اُن کے جان نثاروں کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ نے جو قریب میں بکریاں چرا رہے تھے اپنی ماں سے کہا' ماں اگر تم اجازت دیں تو میں اس وقت امام مظلوم کی مدد کرتا ہوں۔ ماں نے کہا بیٹا زہے نصیب جلدی جاؤ اور امام مظلوم پر سے قربان ہو جاؤ۔ عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ اپنی تمام بکریاں راہ خدا میں دیکر اپنی ماں کو لئے ہوئے حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ' کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماں نے کہا یا امام رضی اللہ عنہ میں اپنے لڑکے کو آپ پر سے قربان کرنے لائی ہوں' آپ بہت خوش ہوئے اور دُعائیں دیں۔ عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ' آتے ہی اشقیاء پر حملہ آور ہوئے اور ستر آدمیوں کو مار کر آئے اور اپنی ماں سے کہے اماں پیاس بہت لگ رہی ہے۔ ماں نے کہا' بیٹا حوران بہشت شربت کے پیالے لئے کھڑی ہیں' جلدی جاؤ اور شہید ہو جاؤ۔ آپ لوٹ گئے اور پچاس اشقیاء کو قتل کرنے کے بعد یزیدی نامردوں نے چوطرف سے حملہ

کر کے آپ کے سَر کو تن سے جُدا کیا اور اُن کی ماں کی طرف پھینک دیا' ماں نے اپنے بیٹے کا سَر لے کر چوما اور سَر کے بال پکڑ کر یزیدیوں کی طرف اس زور سے مارا کہ وہ سَر عمران دمشقی کے سَر کو جالگا وہ بہت بڑا پہلوان تھا۔ یہ سَر اس کے سَر کو لگتے ہی اُس کا سَر پھٹ گیا اور وہ مر گیا' پھر وہ ضعیفہ ایک لکڑی کا ڈنڈا لے کر دوڑی' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' بہت کچھ رو کے کہ بڑھیا یہ تیرا کام نہیں ہے بیٹھ جا' بڑھیا نے کہا' امام: اللہ کے لئے مجھ کو نہ روکو' میں یہاں سے زندہ نہ جاؤں گی بلکہ شہید ہو جاؤنگی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' رونے لگے اور اُس نے یزیدیوں پر حملہ کر کے تین آدمیوں کو قتل کیا اور خود بھی شہید ہو گئی۔

اہل بیت کا سلسلہ شہادت

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت : زید بن علی رضی اللہ عنہ' میدان جنگ میں جانے کی اجازت مانگے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی ماں کو رنجیدہ نہ کرو' انھیں تمہارے سوا کوئی بچہ نہیں ہے۔ ماں نے عرض کیا: امام' میرے بچہ کو اجازت دیجئے' آپ کے بعد ہم جی کر کیا کریں گے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُن سے بغلگیر ہو کر بادِل ناخواستہ اجازت دی۔ آپ نے جوانمردی کے جوہر ظاہر فرما کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت : حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جانے کی اجازت چاہی' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی مرد تو گھر میں رہے تم ایسا نہ کرو' اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا :

حَيَاتِيْ بِدُوْنِ لِقَائِكَ ضَائِعٌ — میری زندگی تمہارے بغیر بے کار ہے۔

وَعَيْشِيْ بِغَيْرِ وَجْهِكَ بَاطِلٌ — میرا جینا تمہارے بغیر کس کام ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بار بار عرض کرنے سے مجبوراً حضرت امام نے آپ کو بھی اجازت دی' آپ نے بھی آبائی شجاعت اور بہادری کا ثبوت دے کر بالآخر جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت : حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' چچا مجھے بھی اجازت دیجئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے مجھے تم پر شفقت کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ کل تمہارے والد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو میں کیا منہ دکھاؤں گا۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' شفقت یہی ہے کہ آپ مجھ کو تنہا نہ چھوڑ جائے۔ اپنے ساتھ جنت میں لے چلئے' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہوکر اجازت دیدی' جب اجازت ملی' میدان جنگ میں ھل چل پڑ گئی' ہزارہا یزیدی فی النار ہوگئے۔

اس کے بعد ارزق پہلوان حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے اپنے ایک ایک بیٹے کو بھیجا' ہر ایک خوب بہادری سے لڑا مگر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کچھ نہ چلا' دونوں بُری طرح مارے گئے' اس وقت ارزق کو تاب نہ رہی' غصہ میں بھرا ہوا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے خود میدان جنگ میں اُتر آیا' دونوں فوجوں کی نگاہیں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور ارزق پر لگی ہوئی تھیں' ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ' دُعا فرمارہے تھے کہ الہ العالمین ! میرا قاسم تجربہ کار دشمن کے مقابلہ میں ہے' آپ میرے قاسم کی مدد کیجئے۔ ارزق کا مقابلہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا' ہر ایک اپنی اپنی بہادری دکھارہا تھا' ارزق جو وَار کرتا' حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اُس کو بہت پھرتی سے روک دیتے تھے۔ اس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف یاد آگئی کہ جنگ میں دھوکا دینا جائز ہے۔ اُس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے ارزق سے فرمایا' اے ارزق' اے تجربہ کار پہلوان دیکھ تیرے گھوڑے کا تنگ ڈھیلہ ہوگیا ہے' عنقریب تو زمین پر آتا ہے وہ پریشان ہوکر جھک کر دیکھا' حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اُس پر تلوار چلادیئے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وَار کو روک نہ سکا' اس کا سَر کٹ کر زمین پر گرا' حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی اس پھرتی کو دیکھ کر دشمن بھی تعریف کرنے لگے۔

پھر تو سب یزیدیوں نے چوطرف سے ایک بار حملہ کر دیا' یہ خدا کے شیر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جدھر رُخ کرتے اُدھر دشمن (شیر کے سامنے جیسے بکریاں بھاگتے ہیں ویسا) بھاگتے تھے' آخر چوطرف سے تیروں کی بوچھار ہونے لگی' بالآخر حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ جام شہادت پی کر زمین پر آرہے۔ اس کے بعد آپ کے بھانجہ عون جعفر رضی اللہ عنہ بھی داد شجاعت دے کر جنت کو سدھارے۔

شہادت حضرت عباس رضی اللہ عنہ : حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا پیاس سے تڑپنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دیکھا نہ گیا' بھیڑ چیرتے دریائے فرات پر پہونچے' خود کو پانی پینے کا خیال آیا مگر نہ پیئے اور فرمایا آہ سکینہ پیاسی ہو اور میں پانی پیوں' پانی کی مشک لئے آرہے تھے کہ ظالم نے ایک ہاتھ قلم کر دیا تو دوسرے ہاتھ میں مشکیزہ لے لیا' جب وہ بھی قلم ہوگیا تو دانتوں سے تھام کر لا رہے تھے۔ تھوڑی دور بھی نہ جاسکے تھے کہ ظالموں نے مشکیزہ کو تیروں سے چھید دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا' پانی ڈیرے تک نہ پہونچ سکا' حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں کہ افسوس پانی کے لئے میں نے چچا کو کھو دیا۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت : رَن (لڑائی) میں پھر ایک شیر کے آنے کی دھوم ہے۔ ارے وہ کون؟ رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل کے آنے کی دھوم ہے۔ سب کا خاتمہ ہوگیا' علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عرض کیا' سب قربان ہو چکے اب غلام باقی ہے۔ مجھے آپ کی تنہائی دیکھی نہیں جاتی' مجھے بھی اجازت دیجئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا ! اٹھارہ سال کی کمائی کیا کربلا میں لٹاتے ہو' مدینہ منورہ جاؤ۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' آپ کے بغیر ایک لحظہ دُنیا میں نہ رہوں گا۔ کیا ظالموں کے ہاتھ مجھ کو تنہا چھوڑ کر جاتے ہو؟ ادھر ماں بھی تڑپ کر رونے لگیں تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا :

سَر کو کٹانا کام ہمارا ہے اماں جان	گھر کو لٹانا کام ہمارا ہے اماں جان
تلواریں کھانا کام ہمارا ہے اماں جان	اُمّت چھڑانا کام ہمارا ہے اماں جان
پیاسے کھڑے ہیں دشت میں اسوقت بابا جان	چاروں طرف سے تیروں کی بوچھار ہے اماں جان

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی آہ وزاری اور عاجزی حد سے بڑھ گئی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خود اپنے دست مبارک سے آپ کے جسم اطہر پر ہتھیار باندھے اور اجازت دی۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے، ہم شکل پیمبر کی آمد آمد ہے وہ آتے ہیں کہ جب کسی کو رسول اللہ ﷺ کی یاد آتی تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے اور اُن کی باتیں سنا کرتے۔ غرض حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے۔

عبداللہ بن زیاد نے ایک شخص سے کہا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو ذرا اپنے چہرے سے نقاب اُٹھائیں، اس لئے کہ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے جب چہرۂ مبارک سے نقاب اُٹھایا، یزید کے تمام لشکری آپ کی صورت دیکھ کر رو پڑے، ہر طرف سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ شمر لعین نے غضبناک ہو کر کہا ایسی شفقت تھی تو تم نے یہ کام کیا ہی کیوں اور اُن کے اتنے آدمی کیوں مارے...... چلو ہوشیار کہہ کر اپنی فوج کو حملہ کا حکم دے دیا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ حیدری زور دِکھایا کہ دوسو نابکاروں کو جہنم رسید کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہے، ابا جان: پیاس کی سخت تکلیف ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُن کو اپنی زبان چسوائی، آپ پھر میدان میں تشریف لا کر مرد مقابل طلب کیا۔ کسی کو جرأت نہیں ہو رہی تھی، خود لشکر پر گرے بجلی تھی کہ چمک رہی تھی، جس طرف رُخ کرتے **الامان** کی صدا بلند ہوتی تھی، مُردوں کے ڈھیر لگ گئے، گھوڑا موڑ کر تشریف لائے اور عرض کیا: ابا جان! پیاس سے جان جا رہی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی انگوٹھی چُسائی، کچھ تسلی ہوئی، پھر میدان جنگ میں آئے، طارق بن ثبت کو سپہ سالار نے

کہا کہ تجھے اس شرط پر موصل کی حکومت دلاتا ہوں کہ اس شاہزادہ حسین رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو شہید کردے' سپہ سالار نے قسمیں کھائیں اور اپنی انگوٹھی طارق کو دی' تب کہیں موصل کی حکومت کی آرزو میں طارق' حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل آیا اور حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ پر نیزہ چلایا' آپ نے اس کا نیزہ روک کر اس پھرتی سے اپنا نیزہ چلایا کہ طارق کے سینہ سے پار ہوگیا' حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھوڑے کو ایڑھ دے کر چلے' طارق نیزہ کو لگا ہوا تھا' گھوڑے کی اس دوڑ میں طارق چور چور ہوگیا۔ طارق کا بیٹا مارے غصہ کے میدان میں آیا' حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر کھینچنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس چستی و چالاکی سے اس کو زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ لشکر سے شور اٹھا' مارے ہیبت کے کسی میں سامنے آنے کی تاب نہ رہی' پھر سپہ سالار نے مصراع کو بڑھایا وہ بھی نیزہ چلایا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے نیزہ کو تلوار پر اس طرح لیا کہ اس کا نیزہ کٹ گیا' وہ تلوار پر ہاتھ ڈالا' ابھی کھینچنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسی تلوار چلائی کہ وہ مع زین کے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب نابکار اکیلے نہ آسکے۔ دو ہزار سواروں کو حکم ہوا کہ ایک ساتھ حملہ کردیں۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ بھوکا شیر بکریوں پر گرا ہے' قلب لشکر تک پہنچ گئے' پھر پلٹ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔۔ پیاس کی شکایت کی' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا کچھ فکر نہ کرو' کوئی دَم میں حوضِ کوثر پر پہونچکر سیراب ہو جاؤ گے۔ آپ پھر لوٹے اور چوطرف حملہ کر رہے تھے کہ ابن خمیر نامرد نے دھوکے سے نیزہ مارا' منقذ ملعون نے تلوار کا وار کیا' حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھائل ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور اپنے والد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکارے ...... حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کو اُٹھا لائے اور لٹا کر سَر گود میں لے کر فرمائے بیٹا: میرے دل کے آرام ذرا باپ سے بات تو کرو۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ باپ کے گود میں سَر ہے۔ ماں اور بہنیں روتی کھڑی ہیں' فرمائے ابا جان آسمان کے دروازے کھلے ہیں' حورانِ بہشت شربت کے پیالہ لئے منتظر کھڑی ہیں' یہ فرما ہی رہے تھے کہ روح اطہر پرواز کرگئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا تم بھی دوسرے جہاں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں پہونچ گئے۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت : بے دودھ کے علی اصغر پر بغیر پانی کے تین دن گذر چکے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خیال فرمایا اشقیا شائد معصوم بچہ پر تو رحم کریں گے، شقیوں کی طرف لے چلے' ماں نے کہا یا امام : علی اکبر کی طرح اس کو بھی کھو کر نہ آنا' حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بھائی کو جلد لاؤ' اصغر کا جھوٹا بچا ہوا پانی مجھ کو لا کر پلاؤ۔ بچہ کو لئے ہوئے میدان کارزار میں تشریف لائے اور فرمائے کہ لوگو! اس بچہ کا کیا قصور ہے' پیاس سے اس کی جان نکل رہی ہے۔ ایک قطرہ تو پانی کا ٹپکا دو' ایک ظالم نے تیر مارا حلق چھید گیا' اسی حالت سے خیمہ میں لائے' ماں نے پوچھا کیا پانی پلا کر لائے' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں آب کوثر پلا کر لایا ہوں۔

صاحبو ! آپ سونچو سابق کی آیت میں جو ﴿ **نقص من الاموال والثمرات** ﴾ مذکور ہے' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ثمرات کی تباہی صادق آرہی ہے جو جو اس آیت میں مذکور ہے سب کی آپ پر آزمائش ہو چکی۔

ہاں اے خلیل آتش نمرود دیدہٗ	حضرت خلیل نمرود کی آگ کے شعلوں کو آپ نے دیکھا ہے' شاہ کربلا کے جگر میں
ایں شعلہ جبیں کہ دَر جگر شاہ کربلاست	حضرت اصغر کی شہادت سے جو شعلے بھڑک رہے ہیں اس کو بھی دیکھیئے' ان شعلوں کے سامنے نمرود کے آگ کے شعلے کچھ بھی نہیں

حضرت شہر بانو کا خواب : حضرت شہر بانو نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا دامن کمر

سے باندھے کربلا کی میدان میں جھاڑو دے رہی ہیں، کنکر پتھر کچرا کوڑا، اُٹھا رہی ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرا بچہ حسین (رضی اللہ عنہ) کل شہید ہوگا اور زخمی ہو کر اسی میدان میں گرے گا۔ میں کنکر پتھر اس لئے چن رہی ہوں کہ میرے لعل کو چبھنے نہ پائیں، اس کے بعد حضرت شہر بانو نے عرض کیا: یاامام! آپ تو رَن (میدان جنگ) میں جا رہے ہیں مگر یہ خواب کچھ اور ہی بات بتلا رہا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہ سُن کر خاموش رہے۔

شہادت سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

صاحبو ! ذرا مصر کی عورتوں کو دیکھو کہ ایک مخلوق کے عشق میں تو اُن کو اپنے ہاتھوں کے کٹنے کی کچھ خبر ہے نہ اُس کے دَرد کی کوئی تکلیف۔ خالق کے عشق میں ڈوبے ہوئے کو کیا پوچھتے ہو، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، اس وقت غایت عشقِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ خوف، جوع، نقص اموال، نقص ثمرات، سب کا امتحان ہو چکا...... اب جان کی باری ہے، جہاد اکبر میں تو پہلے ہی شہید ہو چکے تھے، اب جہاد اصغر میں شہید ہوتے ہیں۔ سب کو غم ہے مگر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خوش ہیں کہ بہت دن سے ہجر کے صدمہ سہتے رہے، اب وصال ہوتا ہے:

عاشقاں را شادمانی وغم اوست
دست مزد واُجرتِ خدمت ہم اوست

عاشقانِ الٰہی کو عشقِ الٰہی میں جو تکلیف پہونچتی ہے اس سے اُن کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہی ہوتی ہے، عاشقانِ الٰہی کو عشقِ الٰہی میں جو جو تکلیف ہوتی ہے اس کی اجرت اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں۔

غیر معشوق گر تماشائے کہ بود — معشوق کے سواء اگر عاشق الٰہی کا کوئی اور مقصود ہو تو وہ عشق نہیں' بیہودہ

عشق نہ بود ہر زہ سودائے بود — خیالات ہیں' اس لئے کہ عشقِ الٰہی میں سب کچھ کھونا اور اس سے لذت لینا ہی عشق ہے۔

آپ کے جاں نثار سب کے سب شہید ہو چکے' اب کوئی رکاب پکڑنے والا بھی نہ رہا' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ڈیرے کے پاس آکر رخصت ہوتے ہیں' چھوٹی صاحبزادی سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بابا کہاں جاتے ہیں؟ سب بھائی' سب چچا' جا کر شہید ہو گئے۔ کیا آپ بھی جا کر شہید ہو جائیں گے؟ مرنے میں کیا مزہ ہے' کیوں سب جا کر خوشی سے شہید ہو رہے ہیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا اور میدانِ جنگ میں تشریف لائے۔ یزیدیوں نے کہا' آپ جنگ شروع کیجئے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ' نے فرمایا مجھے اپنے نانا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے شرم آتی ہے' نانا کل قیامت میں فرمائیں گے میری اُمت پر کیوں تلوار اُٹھایا' تو میں کیا جواب دوں گا...... پہلے تم ہاتھ چلاؤ' پھر میں مجبور ہو کر حملہ کروں گا۔ ظالموں نے ان اخلاقِ حمیدہ کی کچھ قدر نہ کی' یہ اخلاق تھے اہل بیت کے۔

تن تنہا ایک امام ہیں' لاکھوں کی فوج سے مقابلہ ہے۔ چو طرف سے تیر' بھالے اور تلوار برس رہے ہیں' صرف چہرۂ مبارک پر بہتر (۷۲) زخم آئے۔

الغرض آپ گھوڑے سے گرتے ہی شمر لعین سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا۔ آپ نے پوچھا کیا وقت ہے؟ اس ملعون نے کہا آج جمعہ ہے۔ خطیب خطبہ پڑھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا منبر پر خطیب سوار ہے میرے نانا کا خطبہ پڑھ رہا ہے اور تو نبی ﷺ کے نواسہ کے سینہ پر سوار ہے تجھے شرم نہیں آتی۔

شمر لعین نے جلدی سے گلا کاٹنا چاہا' ایک بال بھی نہ کٹا' آپ نے فرمایا' تو میرا گلا کیا کاٹ سکتا ہے جس حلق کو میرے نانا نے بوسہ دیا ہے۔ وہ نہیں کٹ سکتا' ٹھیریں نماز پڑھتا ہوں اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے نماز شروع فرمائی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ' جب سجدہ کئے' شمر لعین نے گردن کاٹ لی اور امام عالی مقام نے جنت کی راہ لی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

حیاتِ شہداء پر علمائے اہلسنت و جماعت کی تصانیف

سوانح کربلا	صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی
محبت اہلبیت رسول	شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
سیدنا امام حسین اور یزید	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
شیعوں کے گیارہ اعتراضات	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
سیدنا علی مرتضیٰ اور خلفائے راشدین	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
صحابہ کرام اور شوقِ شہادت	مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
خاک کربلا	حضرت علامہ افتخار الحسن
شام کربلا	حضرت مولانا محمد شفیع اکاڑوی
امام پاک اور یزید پلید	حضرت مولانا محمد شفیع اکاڑوی
شہید ابن شہید	علامہ صائم چشتی
تاریخ کربلا	مولانا امین القادری
حیاۃ الشہداء والموتی	مولانا سخاوت علی خان
احوال کربلا	علامہ مفتی محمد مظفر احمد قادری
فلسفہ شہادت امام حسین	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
خطبات محرم	مولانا جلال الدین احمد امجدی
نقش کربلا	علامہ ارشد القادری

Talib E Dua

محمد عامر علی قادری

ابن

محمد عضمت الدین قادری صاحب